بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

آل عمران: ۱۰۳



# تحریکِ اہل حدیث

# کا

# تاریخی پس منظر

تالیف

ممتاز احمد عبداللطیف

نام کتاب: تحریک اہل حدیث کا تاریخی پس منظر

نام مؤلف: ممتاز احمد عبداللطیف

ناشر: دارالنشر والتالیف.نئی دہلی

سن اشاعت: ۲۰۰۴ء

صفحات: ۱۰۱

## ملنے کے پتے

☆ مرکز الاِ صلاح التعلیمی الخیری.اموا مدینۃ الشیخ. پپراہی بازار.شیوہر. بہار.انڈیا.پن کوڈ ۸۴۳۳۳۴.فون: ۰۰۹۱/۶۲۲۲/۲۵۷۳۰۴

☆ ممتاز احمد عبداللطیف.مرکز الدعوۃ والاِ رشاد دبی پوسٹ بکس نمبر ۵۱۵۲
فون: ۹۷۱/۴/۲۲۶۹۰۸۱۲/۲۲۸۰۲۲۷

☆ دارالنشر والتالیف،سی-۲/۱۲۵ ابوالفضل انکلو،پارٹ ۲.اوکھلا، نئی دہلی-۲۵.فون: ۰۰۹۱/۱۱/۲۶۹۴۱۰۳۲

# فہرست

| عناوین | صفحات |
|---|---|

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

الحمد للة رب العالمين القائل في كتابه المبين "وما كان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضىٰ الله و رسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم، و من يعص الله و رسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴿الأحزاب: ٣٦﴾والصلاة والسلام علي نبيه الناصح الأمين محمد بن عبد الله القائل "لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتي أمر الله"﴿مسلم﴾وعلي آله و أصحابه ومن تبعه بإحسان إلي يوم الدين.

تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔جس نے اپنی کتاب مبین میں فرمایا:

,,اور دیکھو! کسی مومن مرد وعورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کریگا وہ صریح گمراہی میں پڑیگا''

اور درود وسلام ہو اس کے ناصح امین نبی محمد بن عبداللہ پر جنھوں نے ارشاد فرمایا:

,,حق پر ایک جماعت ہمیشہ قائم رہیگی، اسے رسوا کرنے والے کی رسوائی نقصان نہیں پہونچائیگی یہاں تک کہ قیامت آجائے''

اور سلامتی ہو آپ کی آل واولاد۔ اصحاب اور قیامت کے دن تک عمدگی کے ساتھ آپ کی پیروی کرنے والوں پر۔

اس مختصر حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد عرض ہے کہ راقم السطور نے تحریک اہلحدیث کے موضوع پر یہ سطور برہائے اعظم امریکہ۔ یورپ۔ ایشیا اور اسٹریلیا کے اپنے ان

دینی بھائیوں اور شاگردوں کی بار بار تحریک پر لکھا ہے۔ جن کا تعلق انٹرنیٹ کی دنیا سے ہے۔ جنہیں تحریک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بڑی خواہش۔ آرزو اور حد درجے کی جستجو رہتی ہے۔ گرچہ ان کی اکثریت کو نہ تو میں نے دیکھا ہے اور نہ انہوں نے ہمیں دیکھا ہے۔ بس انٹرنیٹ کے ایک مشہور زمانہ پروگرام ﴿Paltalk﴾ کے اندر واقع ایک کمرہ یا چینل ﴿صراط مستقیم﴾ کی ملاقات۔ گفتگو۔ تبادلہ خیالات۔ دینی سوالوں کے جوابات۔ علمی اور دعوتی دروس نے ہمیں باہم ایک دوسرے سے مربوط کردیا ہے۔ جن میں لندن کے مجاہد۔ کناڈا کے ابو الوقف۔ اسٹریلیا کے ابو ہریرہ۔ سعودی عرب کے جانباز اور کویت کے تاجر اور احیا ڈوٹ کوم ﴿ahya.com﴾ کے مالک ساجد بھائی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں بالأخص ساجد بھائی جن کو انٹرنیٹ کی دنیا سے بڑی دلچسپی اور لگاؤ ہے، وہ اہلحدیث علماء کی کتابوں، کیسٹوں اور مضامین ومقالات کا انسائکلو پیڈیا احیا دوٹ کوم کے نام سے انٹرنیٹ کی دنیا کے لئے تیار کررہے ہیں۔ میری چند کتابیں بھی داخل کرچکے ہیں۔ ان کی شدید خواہش ہے کہ اس کتاب کو بھی اس انسائکلو پیڈیا کا جلد از جلد حصہ بنادیا جائے۔ اللہ ایسا ہی کرے۔ اور انہیں جزاے خیر دے۔ آمین.

قارئین! تحریک اہلحدیث کوئی نئی تحریک نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہی تحریک ہے جو عہد نبوی اور عہد صحابہ سے چلی آرہی ہے۔ جس کا شعار کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔ ہمارے جن قارئین کی نظر تاریخ اسلام پر ہوگی۔ وہ بخوبی جانتے ہونگے کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اہل سنت والجماعت میں دو ہی مکاتب فکر کا ظہور ہوا.

﴿١﴾ اہل الحدیث. ﴿٢﴾ اہل الرائے.

دونوں مکاتب فکر کے افکار ونظریات کا تحقیقی جائزہ لینے پر یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ تحریک اہلحدیث ہی اسلام کی حقیقی پاسباں ہے۔ جس کا کوئی

حقیقت پسند اور غیر جانب دار شخص انکار نہیں کرسکتا۔ چنانچہ شیخ الاِسلام ابن تیمیہ جیسی علمی اور تحقیقی شخصیت نے اپنی دور بینی اور دور اندیشی سے اس حقیقت کا پتہ لگالیا۔ فرماتے ہیں:

,,أهل الحديث في الفرق كالإسلام في الملل" ﴿رد المنطق﴾

اہلحدیث کو فرقوں میں وہی حیثیت حاصل ہے جوملتوں کو اسلام میں

راقم السطور نے اسی حقیقت کو کتاب وسنت اور تاریخی شواہد کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ حق کے متلاشی کے لئے بھانت بھانت کے فرقوں میں حق کو پہچاننا آسان ہوجائے۔ اور امت اسلام کی صحیح رہنمائی ہوسکے۔ اللہ تعالی ہمیں اپنے اس مقصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین.

یہ کتاب دراصل راقم السطور کی کتاب ''تحریک اہلحدیث کا ایک مرکز'' کے چند منتخب ابواب کا خلاصہ ہے۔ جسے حک واصلاح اور حذف واضافہ کے ساتھ انٹرنیٹ کی دنیا کے لئے تیار کیا گیا ہے، چونکہ آج کی سریع الحرکت دنیا اختصار کی طلب گار ہے۔ اس لئے اس کی تیاری میں اختصار سے کام لیا گیا ہے، تفصیل طلب قارئین اصل کتاب اور اس موضوع پر لکھی گئی دیگر کتابوں کی طرف رجوع کریں

قارئین! یقیناً آج کی دنیا میں انٹرنیٹ دیگر کاموں کی طرح دعوت کے لئے ایک بہترین ذریعہ، وسیلہ اور آلہ ہے، جس کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں، اس کی اہمیت اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب کہ داعیان اسلام عموماً اس راہ سے غافل ہیں یا تساہل برتتے ہیں۔ لہذا! جولوگ اس راہ سے دعوت کا کام کررہے ہیں وہ قابل صد مبارک باد اور تعاون کے مستحق ہیں اور دعا کے بھی، اللہ تعالی ان کی کوششوں کو کامیاب فرمائے اور انہیں دنیا وآخرت میں سرخرو کرے آمین.

فقط:

۱۴۲۴/۵/۲۱ھ

ممتاز احمد عبداللطیف

# تحریک اہلحدیث کا شعار

”وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه
ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله
ذلكم وصكم به لعلكم تتقون“ ﴿الأنعام: ١٥٣﴾

یہی راہ میری سیدھی راہ ہے سو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ اللہ تعالی کی راہ سے بھٹکا کر تمہیں جدا جدا کر دیں، یہ بات ہے جس کا اللہ تعالی نے تمہیں حکم دیا ہے، تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ.

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

تحریکیں عموماً وقتی تقاضوں کی پیداوار ہوتی ہیں، اور اپنی عمریں پوری کرنے کے بعد یا تو بالکل معدوم ہو جاتی ہیں، یا تعصب اور عنصریت کا شکار ہو کر اپنے مقاصد سے ہٹ جاتی ہیں، یا کم از کم سرد مہری کی شکار ہو جاتی ہیں.

تاریخ اسلام کا دامن اس حقیقت سے خالی نہیں بلکہ لبریز ہے، قدریہ، مرجیہ، جہمیہ اور دیگر تحریکیں بڑی آب وتاب سے اٹھیں اور معدوم ہو گئیں، شیعہ اور خوارج تعصب اور عنصریت کا شکار ہو کر اپنے مقاصد سے ہٹ گئیں، شیعہ کے تشیع کا مقصد آل بیت کی حمایت خاص کر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی ولایت قائم کرنی تھی ،لیکن وہ اپنے مقصد سے ہٹ کر صحابہ پر سب وشتم ،ابوبکرؓ وعمرؓ کو خلافت کے غاصب، حرم خانۂ نبوی پر تبرا بازی حتیٰ کے قرآن مجید میں تحریف اور تزئید کی قائل ہو گئی ،خوارج کے خروج کا مقصد علی اور معاویہ رضی اللہ تعالی عنھما کی خلافت سے الگ ہو کر کتاب وسنت کی بالا دستی قائم کرنی تھی ،لیکن وہ ان دونوں خلافتوں پر کفر کا فتوی جڑ کر خود کفر کا شکار ہو گئی.

چوتھی صدی ہجری تک اسلام کے نام پر اتنے فرقوں نے جنم لیا، اور اس کثرت سے فقہاء کی آراء باہم متصادم ہونے لگیں کہ اہل سنت والجماعت کی اکثریت کو چار اماموں کی تقلید پر امادہ ہونا پڑا، جس نے بعد میں چل کر وجوب کا درجہ اختیار کر لیا، اس کا مثبت فائدہ یہ ہوا کہ اسلام کے نام پر باطل فرقوں کی روز بروز پیدائش پر پابندی لگ گئی یا کم از کم اس کا زور ٹوٹ گیا، لیکن اس کا منفی نتیجہ یہ ہوا کہ امت اسلام کی اکثریت چار گروہوں میں بٹ گئی ،اور بعض عقائدی اور فروعی مسائل میں اس طرح دست بگریباں ہوئیں کہ امت اسلام کی وحدت کا پرخچہ اڑ گیا، اور ”واعتصموا بحبل

اللــه جـمیعـا و لا تفرقوا" کا حکم صرف قرآن مجید کی زینت بن کر رہ گیا، گرچہ زمانے کے تقاضے اور مسلمانوں کی عالمی ذلت ونکبت نے انہیں اپنے اس تناؤ اور اختلاف میں کمی لانے پر مجبور کیا ہے.

## فقہی مکاتب فکر اور ظاہریت

فقہی مکاتب فکر کے تناؤ اور اختلاف کی معرکہ آرائی سے ظاہریت وجود میں آئی، جس کے بانی داؤد ظاہریؒ اور جس کو غذا وجلا بخشنے والے علامہ ابن حزمؒ ہوئے، فقہی مکاتب فکر نے قیاس پر اتنا زور دیا کہ ارشادات رسول اس کے بوجھ تلے دب کر رہ گئے، اور ظاہریت نے کتاب وسنت کی بالادستی پر اتنا زور دیا کہ قیاس کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت باقی نہ رہی، حالانکہ کسی بھی تحریک کے قائم اور دائم رہنے کے لئے قانون میں ایسی شق کا ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے آئے دن پیش آمدہ مسائل کی گرہ کشائی کی جاسکے، اسلام نے اسی فطری ضرورت کے پیش نظر اپنے قانون میں قیاس کی گنجائش رکھی، جس کا نام فقہاء کی اصطلاح میں قیاس پڑا جو دراصل شرعی اجتہاد کی ایک قانونی شق ہے.

بھلا ہو گروہِ محدثین اور جماعت اہل حدیث کا کہ انہوں نے اسلام کی ابتدائی تاریخ ہی سے قیاس اور ظاہریت کے درمیان کی راہ اختیار کی، پیش آمدہ مسائل میں ضرورۃً قیاس کو جگہ دی اور اس میں توسع پسندی سے خود پرہیز کیا اور دوسروں کو پرہیز کرنے کی تلقین کی، اور ظاہریت کی طرح قیاس کی فطری ضرورت سے انکار نہ کیا، یہاں پر صرف قیاس کی وسعت پسندی اور ظاہریت کی تنگ دامانی سے ایک ایک مثال دیکر بات آگے بڑھائی جاتی ہے:

قیاس میں وسعت پزیری کا نتیجہ ہوا کہ قرآن مجید کھول کر حالتِ نماز میں اس کی

قرأت کرنا نماز کے بطلان کا سبب بنا، اور اس کے برعکس حالتِ نماز میں اگر کسی نمازی کی کسی عورت کی شرم گاہ پر نظر پڑ گئی تو اس سے نماز باطل نہ ہوئی، کیوں کہ قرآن مجید کے اوراق کو حالت نماز میں الٹ پلٹ کرنا بعض فقہاء کی اصطلاح میں ''عملِ کثیر'' ہے اور عمل کثیر سے نماز باطل ہو جاتی ہے، لیکن حالت نماز میں کسی نمازی کا کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بعض فقہاء کی اصطلاح میں ''عمل قلیل'' ہے، اس لئے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی، حالانکہ بخاری شریف میں حضرت ذکوان مولیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے حالت نماز میں قرآن مجید کھول کر امامت کرنے کا واضح ثبوت موجود ہے، جن کی اقتداء میں حضرت عائشہؓ نے بھی نماز ادا کی.

اب ظاہریت کی ظاہر پسندی ملاحظہ کیجئے، ان کے یہاں رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے، اس لئے کہ اللہ کے رسول نے اسے منع فرمایا ہے، لیکن رکے ہوئے پانی میں پائخانہ کرنا درست ہے کیوں کہ اس سلسلے میں اللہ کے رسول سے کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے.

گروہِ محدثین اور جماعت اہل حدیث نے قرآن کھول اور دیکھ کر نماز پڑھنے کو درست ٹھرایا، کیوں کہ صحابہ سے یہ امر ثابت ہے، اور رکے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنے والی روایت پر پائخانہ کو قیاس کر کے دونوں سے منع فرمایا، کیوں کہ مقیس اور مقیس علیہ میں علت مشترک ہے بلکہ مقیس علیہ یعنی رکے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنے کی علت ﴿گندگی﴾ سے مقیس یعنی رکے ہوئے پانی میں پائخانہ نہ کرنے کی علت ﴿گندگی﴾ قوی تر ہے، جسے علم دین کا ادنی فہم وادراک رکھنے والا بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے.

☆☆☆☆

☆☆☆

# فقہی مکاتب فکر کی تشکیل کی تاریخ

فقہی مکاتب فکر کی تشکیل کی حتمی تاریخ کا فیصلہ کرنا بڑا مشکل کام ہے، کیوں کہ یہ عمل امت میں بتدریج فروغ پایا، مشہور ائمۂ دین کے شاگردوں نے ان کے اقوال اور پھر ان کے اصول و اقوال پر مسائل کا استنباط و استخراج مرحلہ وار اور بتدریج کیا ہے، اس کی واضح دلیل ائمۂ میں ہر ایک کا اپنی رائے کی بالا دستی اور تقلید کی دعوت نہ دینا اور نہ اس کے لئے باضابطہ راہ ہموار کرنا ہے، بلکہ ہر ایک نے سنت رسول کے ملتے ہی اپنی رائے کو دیوار سے مار دینے، چھوڑ دینے اور خیر باد کہد ینے کی تعلیم دی ہے، اور ان کی جلالتِ علمی اور کتاب وسنت کی اتباع کا عین تقاضا بھی یہی تھا، اس امر کے بتدریج رواج پانے کو ذیل کے دو بنیادی امور سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے:

﴿۱﴾ ان ائمۂ دین کی تاریخ وفیات. ﴿۲﴾ اللہ کے رسول کی حدیث ’’خیر القرون قرنی.....................جس کی وضاحت آگے آرہی ہے.

## ﴿۱﴾ ائمۂ دین کی تاریخ وفیات

﴿ا﴾ امام ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں بمقامِ بغداد ہوئی.

﴿ب﴾ امام مالکؒ کی وفات ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی.

﴿ج﴾ اما شافعیؒ کی وفات ۲۰۴ھ میں مصر کی موجودہ راجدھانی قاہرہ میں ہوئی.

﴿د﴾ امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ۲۴۱ھ میں بمقامِ بغداد ہوئی.

ان مذکورہ بالا ائمۂ دین کے سنین وفیات سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ۱۵۰ھ تک امام ابو حنیفہؒ کی تقلید، ۱۷۹ھ تک امام مالکؒ کی تقلید، ۲۰۴ھ تک امام شافعیؒ کی تقلید اور ۲۴۱ھ تک امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کا تصور تک قائم نہ ہوا تھا، چہ جائے کہ مذکورہ ہجری سالوں تک تقلیدی مکاتب فکر کا رواج عام ہوجائے، ان کی وفیات کے

بعد ہی ان کے ارشد تلامذہ نے ان کی آراء اور اقوال کو نجی، عوامی اور حکومتی سطحوں پر رواج دینا شروع کیا، جیسا کہ امام ابو یوسفؒ نے قضاء کے منصب پر فائز ہونے کے بعد اپنے استاذ گرامی امام ابو حنیفہؒ کی آراء و اقوال اور اجتہادات کے مطابق فیصلہ دینا شروع کیا، لیکن ساتھ ہی انہیں جن مسائل میں کتاب و سنت کے مطابق ان کی آراء مرجوح معلوم ہوئیں تو انہوں نے اپنی آراء کا اظہار کیا اور ان کے مطابق فیصلہ بھی کیا، جس کی شہادت حنفی مکتب فکر کی فقہی کتابیں دے رہی ہیں، چونکہ امام ابو یوسفؒ کی مسند قضاء و افتاء سرزمین بغداد پر بچھی تھی، اس لئے اس راہ سے بغداد، شام، ماوراء النہر، افغانستان اور پھر برصغیر تک امام ابو حنیفہؒ کی آراء و اقوال اور اجتہادات کو غذا ملی اور ان خطوں اور ان کے قرب و جوار میں ان کا رواج عام ہوا، امام مالکؒ کی علمی اور فقہی مسند رسول پاک کے شہر مدینہ منورہ میں بچھی تھی، اور ان کی مسند علمی اور فقہی آراء و اجتہاد سے سوڈان اور دیگر افریقی ممالک سے آنے والے طلبہ نے زیادہ اثر قبول کیا اور ان کے دوش پر دوسری صدی ہجری کے بعد ان ممالک میں ان کی فقہی آراء کو قبولیت عام حاصل ہوئی، لیکن خود اسرارِ شریعت کے ماہر اور راز داں امام مالکؒ نے بادشاہِ وقت ہارون الرشیدؒ کی اس درخواست کو کہ موطأ کو خلافت عباسیہ کا قانون قرار دینے کی اجازت دی جاے، یہ کہکر رد کر دیا کہ اللہ کے رسول کے جانثار صحابہؓ اور ان کے ارشد تلامذہ تابعین کے دوش پر اللہ کے رسول کا پیغام ہر دیار میں پہونچ چکا ہے اور جس پر وہاں کے لوگ عمل کر رہے ہیں، لہذا صرف میری آراء کا ہر ایک کو پابند بنانا مناسب نہیں ہے، امام شافعیؒ کی شان ان دونوں ائمۂ دین سے زیادہ نرالی ہے، یہ قریشی نوجوان اپنے سینے پر یتیمی کا داغ سجائے اپنے خانوادے اور دیار حبیب مکہ مکرمہ سے حصول علم کے لئے مدینۃ الرسول کو شوق علم میں رواں دواں ہوتا ہے، اور اپنے روحانی باپ امام مالکؒ کی علمی گود میں پرورش و پرداخت اور مسلسل سات سال تک شمعِ علم نبوی

سے مستنیر ہوکر پھر مزید تعلیم کے لئے بغداد کی راہ لیتا ہے، اور وہاں امام ابو حنیفہؒ کے شاگر رشید امام محمدؒ سے فقہی باریکیاں حاصل کرتا ہے، اور دوسری طرف ان کے علم غزیر سے امام احمد بن حنبلؒ جیسی عظیم شخصیت مستفید ہوتی ہے، جس کی شہادت ترکِ صلاۃ پر کفر اور عدم کفر کا وہ مشہور مناظرہ جوان دونوں ائمۂ دین کے درمیان ہوا تھا بخوبی دیرہا ہے، جو فقہ کی کتابوں میں درج ہے. پھر یہ قرشی جوان بادیہ پیمائی کر کے قبیلۂ ہذیل سے خالص عربی زبان وادب کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اور بیک وقت علم حدیث، علم فقہ اور عربی زبان وادب پر کامل دست رس حاصل کر کے دنیا کی قدیم علم وثقافت کی سرزمین مصر پر اپنی مسند علمِ شریعت بچھا تا ہے، اور وہیں کا ہوکر رہ جاتا ہے، ان کے اس علمی اسفار اور ہر فن کے ماہرین سے علم شریعت کا جام نوش کرنے سے یہ امر کھل کر سامنے آتا ہے کہ اس وقت تک تقلیدی مکاتب فکر کا باضابطہ کوئی تصور قائم نہیں ہوسکا تھا. امام احمد بن حنبلؒ تو درحقیقت گروہِ محدثین کے ایک درخشندہ ستارہ تھے، ان کی علم حدیث پر مہارت ان کی ''مسند'' شاہد عدل ہے، اس لئے ان کے یہاں اور ان کے شاگردوں کے درمیان ان کی آراء اور اقوال اور اجتہادات سے زیادہ حدیث رسول کا شیوع اور رواج عام رہا، حدیث رسول سے قربت ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کے اَتباع میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ جیسے نابغۂ روزگار پیدا ہوئے جنھوں نے امت اسلام کے عہد تقلید کے عروج کے دور میں بھی کتاب وسنت کی شمع روشن کرنے کی ہر ممکن کوشش کیں، شیخ الاسلامؒ کا ۳۷/ جلدوں پر مشتمل مجموعۂ فتاویٰ فروعی مسائل میں اعتدال کی راہ اور ابن القیمؒ کی ''اعلام الموقعین'' تقلید کی تردید اور کتاب وسنت کے تمسک کی عظیم شاہکار ہیں، ان کی تعلیمات پر بعد کے عہود میں بھی جو کوششیں کی گئیں، ان میں فروعی مسائل میں اعتدال اور کتاب وسنت کی اشاعت کی ترویج کا عمل دخل دوسرے فقہی مکاتب فکر سے زیادہ رہا، ان کے یہاں حدیث رسول کے ملتے ہی اور

کتاب وسنت کی روشنی میں راجح رائے کے واضح ہو جانے کے بعد امام احمد بن حنبلؒ کی کسی رائے کو ترک کرنے میں ذرا بھی تردد نہیں ہوتا، اسی راہ سے عالم اسلام کے سلفی مکتب فکر کو ان کے اتباع سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ قربت ہے، چنانچہ علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ جیسے علم حدیث کے جوہری اور تحریک اہل حدیث کے شیدا بلا جھجک فرماتے ہیں:

”والحنابلة منهم خاصة ، الذين هم –فيما علمت– أقرب الناس الى السنة على السلوک معنا في طريق الاستدلال الفكري الذي يعرف اليوم ب﴿الفقه المقارن﴾“﴿ارواء الغليل. ج ا ص : ۹﴾

ان میں یعنی مروجہ فقہی مذاہب میں سے خاص کر حنابلہ میرے علم کے مطابق فقہ مقارن کی موجودہ تحریک کو غذا بخشنے والے ہم گروہِ محدثین اور تحریک اہل حدیث سے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ قریب ہیں.

محدث عصر کا یہ تجزیہ صد فی صد درست اور صحیح ہے، بلکہ راقم السطور ان کے اس تجزیہ میں اتنا اضافہ کرنے کی جرأت کرتا ہے کہ موجودہ دور میں فقہ مقارن کی تحریک کے سرپرست حنابلہ ہی ہیں، اور جنہیں اللہ تعالی نے سرزمین حرمین میں کتاب وسنت کی تنفیذ کی بدولت سربلندی عطا کر رکھی ہے، اللہ تعالی اس کام کو ان کی سرپرستی میں تکمیل کا جامہ پہنائے، ان کی یونیورسٹیوں کے کورس میں حنفی عالم کی تحریر کردہ عقیدہ کی کتاب ”شرح العقیدۃ الطحاویۃ“ اور مالکی مذہب کی تحریر کردہ فقہی کتاب ”بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد“ وغیرہ اسی حکمت عملی سے شامل کی گئی ہیں.

راقم السطور کو اب تک اپنی پچیس سالہ طالب العلمی اور دعوتی زندگی ان کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا ہے، اور میں نے ان کے عوام، علماء اور حکام کو کتاب وسنت کا حامی اور ان پر عمل کرنے والوں سے الفت ومحبت کرنے والا پایا ہے، اس معنی میں

انہیں گروہِ محدثین اور جماعت اہل حدیث کا حامل و عامل کہنا درست ہوگا، سعودی حکومت کے اندر چوٹی کے سلفی علماء شیخ بن بازؒ، شیخ محمد صالح عثیمینؒ اور ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ کی نشوونما ان کی پزیرائی، ان کی آراء کی قدردانی اور ان کی خدمات کی مادی اور معنوی اعانت اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہے.

## ﴿۲﴾ خیر القرون قرنی......

فقہی مکاتب فکر کی بتدریج ترویج و اشاعت کے تاریخی عمل کو اللہ کے رسول کی اس حدیث سے بھی سمجھا جا سکتا ہے:

"عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال:

" خیر القرون قرني ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم" قال عمران:

فلا أدري أقال بعد قرنه مرتین أو ثلاثا" ﴿البخاري و مسلم﴾

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری صدی سب سے بہتر صدی ہے، پھر اس کے بعد کی صدی اور پھر اس کے بعد کی صدی"

راویٔ حدیث حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں یاد نہ رکھ سکا کہ اللہ کے رسول نے اپنی صدی کے بعد دو صدیوں کا ذکر فرمایا تھا یا تین کا.

اس ارشاد رسول سے تین عہدوں کی وضاحت ہوتی ہے اور اگر شکِ راوی کا اعتبار کرلیا جائے تو چار عہدوں اور صدیوں کا، جن کو ذیل کے اس خاکے سے سمجھا جا سکتا ہے:

﴿۱﴾ عہدِ نبی اور عہد صحابہ:.....عہد رسول سے لیکر آخری صحابی حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات ﴿۱۱۰ھ﴾ تک کا زمانہ.

﴿۲﴾ عہد تابعین:.......۱۱۰ھ سے لے کر دوسری صدی ہجری کے اواخر تک.

﴿۳﴾ عہد تبع تابعین:.... دوسری صدی کے اواخر سے لے کر امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ﴿۲۴۱ھ﴾ تک یا تیسری صدی کے اواخر تک۔

﴿۴﴾ اتباع تبع تابعین:... تیسری صدی کے اواخر سے لیکر چوتھی صدی تک، اگر شک راوی کا اعتبار کرلیا جائے۔

اس خیر القرون مشہود لھا بالخیر میں گر چہ فقہی مکاتب فکر کی باضابطہ تشکیل نہ ہوسکی تھی، لیکن تیسری صدی کے اواخر سے اس کے لئے زمین ہموار ہونے لگی تھی، چنانچہ اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"وبعد القرنين حدث فيهم شئ من التخريج غير أن أهل المائة الرابعة لم يكونوا مجتمعين على التقليد الخالص على مذهب واحد والتفقه له و الحكاية لقوله كما يظهر من التتبع بل كان فيهم العلماء وا لعامة.

وكان من خبر العامة أنهم كانوا في المسائل الاجتماعية التي لا اختلاف فيها بين المسلمين وجمهور المجتهدين لا يقلدون الا صاحب الشرع، وكانوا يتعلمون صفة الوضوء و الغسل و الصلاة و الزكاة ونحو ذلک من آبائهم أو معلمي بلدانهم فيمشون حسب ذلک ، و اذا وقعت لهم واقعة استفتوا فيها أيّ مفتٍ وجدوا من غير تعيين مذهب" ﴿حجة الله البالغة. ج ١ ص: ١٥٢-١٥٣﴾

دوصدیوں کے بعد مسائل کے استنباط واستخراج کا قدرے رواج ہونے لگا، لیکن چوتھی صدی ہجری تک کسی ایک مذہب کی نری تقلید، اس راہ میں فقہی تک بندی اور اس کی نقل وحکایت پر امت اسلام جمع نہ ہوئی تھی، جیسا کہ اس وقت کے حالات وظروف سے واضح ہوتا ہے، بلکہ ان میں بلا تفریق مذاہب علماء اور عوام ایک دوسرے کے تعاون سے دین اسلام پر قائم ودائم تھے۔

عام لوگ مسلمانوں اور جمہور مجتہدین کے درمیان غیر مختلف فیہ اجتماعی مسائل میں صرف صاحب شریعت محمد کی تقلید واتباع کرتے تھے، وضوء، غسل، نماز اور زکاۃ وغیرہ کی تعلیم اپنے ماں باپ اور اپنے شہروں کے اساتذہ اور معلمین سے سیکھ کر اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے، جب ان کے درمیان کوئی واقعہ اور مسئلہ پیدا ہوتا تو وہ بغیر کسی مذہب کی تعیین کے جس مفتی کو پاتے ان سے مسئلہ دریافت کر لیتے.

اور پھر آگے فرماتے ہیں:

" أنهم اطمأنوا بالتقليد و دب التقليد في صدورهم دبيب النمل و هم لايشعرون، وكان سبب ذلك تزاحم الفقهاء و تجادلهم فيما بينهم فانهم لما وقعت فيهم المزاحمة فى الفتوىٰ كان كل من أفتى بشيء نوقض في فتواه ، ورد عليه فلم ينقطع الكلام الا بمسير الى تصريح رجل من المتقدمين في المسألة۔. ﴿حجة الله البالغة. ج ۱ ص: ۱۵۳﴾

پھر ان کے دلوں میں چیونٹی کے چلنے کی مانند تقلید سرایت کر گئی، جس پر وہ مطمئن ہو گئے، جس کا انہیں احساس وشعور تک نہ ہوا، جس کی وجہ فقہاء کی باہم مزاحمت اور آپس کی فقہی جنگ و جدال تھی، جب مسئلے مسائل اور فتوے کے میدان میں یہ مزاحمت اور جنگ وجدال قائم ہوگئی تو ہر مفتی اپنی مخالف رائے کے مفتی کی نقض وتردید میں اس وقت تک اپنا زور صرف کرتا یہاں تک کہ زیر بحث مسئلے میں متقدمین میں سے کسی کی کوئی وضاحت نہ مل جاتی.

اور ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

"ثم جاء ت الأ ئمة من القرن الرابع المفضل في احدى الروايتين كما ثبت في الصحيح من حديث أبي سعيد و ابن مسعود و أبي هريرة و عائشة و عمران بن حصين فسلكوا على آثارهم اقتصاصا و اقتبسوا

هذا الأمر عن مشكاتهم اقتباسا ، وكان دين الله سبحانه أجلّ في صدورهم و أعظم في نفوسهم من أن يقدموا عليه رأيا أو معقولا أو تقليدا أو قياسا فطار لهم الثناء الحسن في العالمين، وجعل الله سبحانه لهم لسان صدق في الآخرين، ثم سار على آثارهم الرعيل الأول من أتباعهم و درج على منهاجهم الموفقون من أشياعهم زاهدين في التعصب للرجال واقفين مع الحجة و الاستدلال، يسيرون مع الحق أين سارت ركائبه، و يستقلون مع الصواب حيث استقلت مضاربه ، اذا بدا لهم الدليل بأخذته طاروا اليه زرافات ووحدانا، واذا دعاهم الرسول الى أمر انتدبوا اليه ولا يسألونه عما قال برهانا ، و نصوصه أجل في صدورهم و أعظم في نفوسهم من أن يقدموا عليها قول أحد من الناس أو يعارضوها برأي أو قياس.

ثم خلف من بعدهم خلوف فرقوا دينهم وكانوا شيعا كل حزب بما لديهم فرحون، و تقطعوا أمرهم بينهم زبرا و كل الى ربهم راجعون، جعلوا التعصب للمذاهب ديانتهم التي بها يدينون، و رؤس أموالهم التي يتجرون، وآخرون منهم قنعوا بمحض التقليد وقالوا: انا وجدنا آباء نا على أمة وانا على آثارهم مقتدون“

﴿أعلام الموقعين عن رب العالمين. ج ا ص: ٦-٧﴾

پھر چوتھی صدی آئی جو دو روایتوں میں سے ایک روایت کے مطابق فضیلت والی صدی ہے، جیسا کہ ابوسعید، عبداللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، عائشہ اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے صحیح ﴿بخاری و مسلم﴾ میں مروی ہے، اس صدی کے ائمۂ دین اپنے پیش روائمۂ دین کے نقش قدم پر چلے اور انہی کے نور سے مستنیر ہوئے، ان کی ذات

اوران کے سینے دین الٰہی کے پیغام سے معمور تھے اوران کے نزدیک اللہ کا دین اس سے کہیں بلند تھا کہ وہ عقل، رائے، قیاس اورتقلید کواس پر مقدم جانتے، جس کی وجہ سے ان کی شہرت چاردانگ عالم میں پھیل گئی، اوراللہ تعالی نے ان کا ذکرِ جمیل ان کے بعد بھی رکھا، پھران کے تابعداروں کا ہراول دستہ اللہ کی توفیق سے ان ہی کے نقش قدم پر گامزن رہا، وہ شخصیات میں غلواورتعصب کی راہ اختیار کرنے سے بالکل کنارہ کش رہے، اوراپنے ماسبق بزرگوں کی طرح دلیل وبرہان کی اتباع کرتے، حق کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا، ان کا ہر عمل اسی کے اردگرد گھومتا رہا، دلیل کے واضح ہوجانے کے بعد تنہا اور باجماعت اسے مضبوطی سے تھام لیتے، حدیث رسول سنتے ہی پروانہ وار اس پر لپکتے، اوراسے دل وجان سے لگا لیتے، اوراس کے خلاف کسی مزید دلیل اور حجت کی قطعاً کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ان کے دل ودماغ اوران کی ذات پر کتاب وسنت کی نصوص کی حکمرانی ہوتی، ان کا معارضہ اورمقابلہ کسی انسان کے قول، اس کی رائے اورقیاس سے نہیں کرتے۔

زمانے نے کروٹ لی، ایسے لوگ یکے بعد دیگرے آئے جنہوں نے دین الٰہی کے ٹکرے ٹکرے کردیئے، اور ہر فرقہ اپنے قائم کردہ اصول وفروع پر خوشی خوشی جم گیا، اوران کی اصل پوجی مذہبی تعصب ہوگئی، ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے گئے جنہوں نے صرف تقلید پر قناعت کرلی، اورصدا لگائی کہ ہم نے اپنے آباء واجداد اور بزرگوں کواسی مذہب پر پایا ہے، اس لئے ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔

## تحریک اہل حدیث کی حقیقت

مذکورہ بالا تاریخی عمل کی ہلکی وضاحت سے یہ بات اچھی طرح کھل کر سامنے آگئی ہے کہ عہد رسول سے لے کر قرون اولیٰ میں علماء، حکام اورعوام تینوں سطحوں پر تحریک

اہلحدیث کا عمل ہی جاری وساری تھا، گرچہ اس کے جوار میں فقہی مکاتب فکر نے اپنے بال وپر نکالنے شروع کر دیئے تھے، یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے، جس کا کوئی حقیقت پسند اور غیر جانب دار فرد انکار نہیں کرسکتا، اور اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیے کہ یہ تحریک ہی دراصل اسلام کی حقیقی پاسباں ہے، اس سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا یہ قول کتنا معقول اور حقیقت کا آئینہ دار ہے:

"أهل الحديث في الفرق كالاسلام في الملل" ﴿رد المنطق﴾

اہل حدیث کو فرقوں میں وہی حیثیت حاصل ہے جو ملتوں میں اسلام کو

اس امر کو تاریخی عمل کی اس حقیقت سے بھی بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اہل سنت والجماعت میں دو ہی مکاتب فکر کا ظہور ہوا، اور آج بھی انہیں بنیادی طور پر دو ہی گروہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

﴿۱﴾ اہل الحدیث.

﴿۲﴾ اہل الرائے.

اہلحدیث کا اصل مستقر سرزمین حجاز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ رہا، جہاں سے اسلام کی ضیا پاشی کا عمل شروع ہوا تھا، پھر بتدریج گروہِ محدثین کے دوش پر تحریک اہل حدیث دنیا میں پھیل گئی.

اور اہل الرائے کا مستقر پہلے پہل عراق کی سرزمین رہا اور پھر دنیا کے دیگر خطوں میں مختلف پلیٹ فارموں سے بتدریج قائم ہونے لگا، جسے بعد میں چل کر مذاہب اربعہ میں محصور کر دیا گیا، جو آج چار فقہی مذاہب سے امت اسلام میں مشہور ومعروف ہیں، گرچہ ان کے علاوہ بھی فکر ورائے کی چادر امت اسلام میں بچھی جیسے فقہ امام ابن ثور اور فقہ داؤد ظاہری وغیرہ، لیکن انہیں وہ شہرت اور مقبولیت حاصل نہ ہوسکی جو ان چاروں فقہی مذاہب کو ہوئی. راقم السطور اپنے اس تجزیہ کو امت اسلام کے مختلف تاریخی

ادوار کے تین بڑے مورخین و محققین کی آراء سے جلاء بخشنے کی جرأت و سعادت حاصل کرتا ہے: علامہ شہرستانیؒ فرماتے ہیں:

”ثم المجتهدون من أئمة الأمة محصورون في صنفين لا يعدوان الى ثالث، أصحاب الحديث و أصحاب الرأى، أصحاب الحديث و هم أهل الحجاز و أصحاب مالک بن أنس و أصحاب محمد بن ادريس الشافعي و أصحاب سفيان الثوري و أصحاب أحمد بن حنبل و أصحاب داؤد بن علي بن محمد الأصفهاني و انما سموا أصحاب الحديث لأن عنايتهم بتحصيل الحديث و نقل الأخبارو بناء الأحكام على النصوص ولايرجعون الى القياس الجلي و الخفي ما وجدوا خبرا أوأثرا.... أصحاب الرأى و هم أهل العراق هم أصحاب أبي حنيفه النعمان بن ثابت ومن أصحابه محمدا بن الحسن وأبو يوسف يعقوب بن ابراهيم بن محمد القاضي و زفر بن هذيل و الحسن بن زياد اللؤلؤيوابن سماعه وعافية القاضي و أبو مطيع البلخي والبشر المريسي وانما سموا أصحاب الراي لأن عنايتهم بتحصيل وجه القياس والمعنى المستنبط من الأحكام و بناء الحوادث عليها ، و ربما يقدمون القياس الجلي على الأخبار الآحاد“

﴿الملل النحل. ج ۱/ص: ۲۰۶–۲۰۷﴾

ائمۂ مجتہدین کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے، اصحاب الحدیث کا مسکن اور جائے قرار سرزمین حجاز ہے، امام مالکؒ اور ان کے شاگرد، امام شافعیؒ اور ان کے شاگرد، سفیان ثوریؒ اور ان کے رفقاء، امام احمدؒ اور ان کے تلامذہ اور امام داؤد بن علی ظاہریؒ کے رفقاء اور ساتھی، انہیں اصحاب الحدیث اس لئے کہا جاتا

ہے کہ ان کی توجہ اور عنایت علم حدیث اور اخبار کی طرف ہے اور وہ اپنے احکام کی بنیاد نصوص پر رکھتے ہیں، جب تک کہ حدیث موجود ہو وہ قیاس جلی اور خفی کی طرف توجہ نہیں کرتے.

اصحاب الرائے کا مسکن اور جائے قرار عراق ہے اور انہیں اہل الرائے کہا جاتا ہے اور وہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں، انھی میں امام محمد بن حسنؒ، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم بن محمدؒ، امام زفر بن ہذیلؒ، حسن بن زیاد لؤلؤی، ابن سماعہ، قاضی عافیہ، ابو مطیع بلخی اور بشر مریسی وغیرہ ہیں، انہیں اصحاب الرائے سے اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کی توجہ اور عنایت قیاس پر مرکوز رہی اور انہوں نے اسی پر اپنے مسائل کے استنباط واستخراج کی بنا رکھی اور رکھتے ہیں، اور بسا اوقات اس راہ میں خبر آحاد یعنی غیر متواتر احادیث نبویہ پر قیاس جلی کو مقدم کیا اور کرتے ہیں.

علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں:

”وانقسم الفقه فيهم الىٰ طريقين طريق أهل الرأى والقياس وهم أهل العراق،وطريقة أهل الحديث وهم أهل الحجاز وكان الحديث قليلا في أهل العراق لما قدمناه فاستكثروا من القياس ومهروا فيه فلذلك قيل أهل الرأى ومقدم جماعتهم الذي استقر المذهب فيه و في أصحابه أبو حنيفة“﴿مقدمةابن خلدون. ص: ۳۸۹﴾

اور فقہ دو حصوں میں تقسیم ہوگی، پہلی قسم اہل الرائے اور قیاس کی جس کا مرکز عراق ہے، اور دوسری قسم فقہ اہلحدیث کی جس کا مرکز حجاز ہے، اہل عراق میں حدیث کا رواج کم تھا، انہوں نے کثرت سے قیاس ورائے پر اپنا زور صرف کیا اور اس فن میں وہ ماہر ہوگئے، اس لئے انہیں اہل الرائے کہا گیا اور جس جماعت میں اس مذہب نے جڑ پکڑا، ان میں سرفہرست امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں.

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل وفتویٰ بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن وحدیث و آثار صحابہ جمع می کردند واز انجا استنباط می نمودند، دریں طریقہ اصل راہِ محدثین است، ودیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح وتہذیب آں گروہ اند یاد گیرند بملاحظہ مآخذ آنہا پس مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از ہما قواعد طلب می کردند، وایں طریقہ اصل راہِ فقہاء است، وغالب بر بعض سلف طریقہ اولیٰ بود وبر بعض آخر طریقہ ثانیہ''

﴿مصفیٰ .ج ا ص:۴ بحوالہ تحریک آزادیٔ فکر...۱۰۸-۱۰۷﴾

سلف میں مسائل کے استنباط کے متعلق دو طریقے رائج تھے، پہلا طریقہ یہ تھا کہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ جمع کئے جائیں، اور انہیں اصل مان کر ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل پر غور کیا جائے، یہ محدثین کا طریقہ ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ائمہ کے تنقیح وتہذیب کئے ہوئے قواعد کلیہ کو اصل قرار دے کر ان ہی کے ذریعے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے، اور اصل مآخذ کی طرف توجہ کی ضرورت نہ سمجھی جائے یہ فقہاء کا طریقہ ہے، سلف کا ایک بڑا گروہ پہلے طریقے کا پابند ہے ور ایک گروہ دوسرے طریقے کا.

مذکورہ پہلا اقتباس چھٹی صدی ہجری کے اوائل کے مشہور مورخ اسلام علامہ شہرستانیؒ کا ہے، جب کہ تقلیدی مکاتب فکر کی باضابطہ تشکیل ہوچکی تھی، دوسرا اقتباس آٹھویں صدی ہجری کے اواخر کے مشہور تاریخ داں اور تنقید نگار علامہ ابن خلدونؒ کا ہے، جب کہ تقلیدی مکاتب فکر میں باہمی زور آزمائی کا سلسلہ عروج پر تھا، اور تیسرا اقتباس بارہویں صدی ہجری کے شاہ ولی اللہ محدث ومحقق دہلویؒ کا ہے، جب کہ امت اسلام تقلیدی مکاتب فکر کے ساتھ باطل تصوف اور اپنی اقتدار کی تنزلی کے دور سے گزر رہی تھی.

ان تینوں مذکورہ اقتباسات سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ تحریک اہل حدیث تاریخ کے ہر دور میں کتاب وسنت پر اپنے فقہی مسائل کی بنیاد رکھتی، اور کتاب وسنت کی نصوص کی موجودگی میں قیاس کی طرف ادنی التفات نہیں کرتی، اس امر کی مزید وضاحت کتاب وسنت کے حاملین وعاملین اور داعین کی ذیل کی فہرست سے ہوتی ہے، جو''تحریک آزادیٔ فکر......ص:۱۰۲'' سے ماخوذ ہے.

| ائمۂ محققین | سنین وفیات |
|---|---|
| بقی بن مخلد | ۲۰۶ھ |
| احمد بن عاصم | ۲۸۷ھ |
| قاسم بن محمد اندلسی | ۲۷۶ھ |
| حافظ ابن خزیمہ | ۳۱۰ھ |
| علامہ ابن منذر | ۳۱۸ھ |
| حسین بن محمد سنجی | ۳۱۵ھ |
| حافظ ابویعلیٰ | ۳۴۶ھ |
| حسن بن سعد قرطبی | ۳۳۱ھ |
| ابن شاہین | ۳۸۵ھ |
| حافظ محمد بن علی ساحلی | ۴۴۱ھ |
| امام حمیدی | ۴۸۸ھ |
| محمد بن طاہر مقدسی | ۵۰۷ھ |
| امام عبدری | ۵۴۴ھ |
| ابوزرعہ بن محمد | ۵۶۶ھ |
| حافظ ابن رومیہ | ۶۳۷ھ |

| | |
|---|---|
| شیخ الاسلام ابن تیمیہ | ۷۲۸ھ |
| محمد بن یعقوب فیروز آبادی | ۸۱۷ھ |
| محمد ابو یوسف ابوحیان اندلسی | ۷۴۵ھ |
| شیخ شہاب الدین | ۹۵۱ھ |
| سید یحیٰ بن حسین | ۱۰۸۰ھ |
| صالح بن محمد حمیدی | ۱۱۰۸ھ |
| عبدالقادر بن علی بدری | ۱۱۶۰ھ |
| سید محمد بن اسماعیل امیر یمانی | ۱۱۸۲ھ |

گویا تاریخ کے ہر دور میں محدثین محققین پیدا ہوتے رہے، جنہوں نے کسی امام کی تقلید کے بجائے کتاب وسنت اور آثار صحابہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، انہی پر اپنے فقہی مسائل کی تفریع کی، اور ان ہی کی لوگوں کو دعوت دی، اور اسی تاریخی عمل کا نام تحریک اہلحدیث ہے۔

# تین مغالطوں کا ازالہ

یہ عجب المیہ ہے کہ تقلیدی مکاتب فکر کے اصحابِ علم و ہنر اور ارباب دانش وبینش وقفہ وقفہ سے اس تحریک کو بدنام، اور اس کے چہرے کو داغدار کرنے کے لئے اس کے حاملین پر طرح طرح کے الزامات لگاتے رہتے ہیں، اور طرح طرح کے مغالطوں میں لوگوں کو مبتلا کرتے رہتے ہیں، حالانکہ آج کے تحقیقی دور میں اس طرح کے مغالطوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، پھر بھی سادہ لوح حضرات اس قسم کے مغالطے میں آجاتے ہیں، ان میں یہ تین مغالطے بڑے اہم ہیں:

﴿۱﴾ تحریک اہل حدیث کے قائدین و محققین کو مقلدین ثابت کرنا.

﴿۲﴾ تحریک اہل حدیث کوئی مکتب فکر نہیں.

﴿۳﴾ فروعی مسائل میں شدت اور اصول سے انحراف.

## پہلا مغالطہ اور اس کی تردید

پہلا مغالطہ تحریک اہلحدیث کے ہر دور کے حاملین و محققین کو کسی نہ کسی تقلیدی مکتب فکر کی طرف منسوب کر دینا ہے، جیسے ابن رشدؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ابن القیمؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہم، اس امر کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ان ائمہ کی پیدائش کسی نہ کسی تقلیدی مکتب فکر میں ہوئی، اور انہوں نے فطرۃً انہی کے اصول وضوابط کے مطابق تعلیم حاصل کی، اور ان میں سے کسی پر اس کا اثر باقی رہا اور کسی نے بالکل ہر طرح کے اثرات سے الگ ہو کر گروہِ محدثین کے طرز پر اپنی بنا رکھی، جس امر کو موجودہ دور کے مجدد شیخ بن بازؒ اور محدث محمد ناصر الدین البانیؒ کی ذات گرامی سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، اول الذکر کی ولادت باسعادت حنبلی گھرانے میں ہوئی اور انہوں نے انہی کے اصول وضوابط پر مسائل کے استنباط واستخراج کی بنا رکھی، لیکن انہوں نے اس امر کی وضاحت کر دی کہ میرا یہ عمل تقلید کی راہ سے نہیں بلکہ اتباع کی راہ سے ہے اور کتاب وسنت کے خلاف کوئی عمل پاتا ہوں تو اسے ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا بلکہ ضروری سمجھتا ہوں، راقم السطور نے ان کی حیات وسیرت پر لکھی گئی اپنی کتاب ''مجدد ملت'' میں ''حنبلیت'' اور ''سلفیت'' کے دو عنوانوں سے اس امر کی اچھی طرح گرہ کشائی کر دی ہے، جو قارئین اس امر کی تفصیل چاہتے ہیں وہ اس کتاب کی طرف رجوع فرمائیں، لیکن راقم السطور یہاں پر مجدد ملت شیخ بن بازؒ کی سلفیت پر ایک مثال دے دینا چاہتا ہے، انہوں نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ماننے کے سلسلے میں

بادشاہِ وقت امام عبدالعزیزؒ اور اپنے استاد گرامی سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیمؒ مفتی سعودی عرب کی بھی پرواہ نہ کی۔

ثانی الذکر محدث ناصر الدینؒ البانی حنفی گھرانے میں پیدا ہوئے اور فطرۃً انہی کے اصول و ضوابط پر تعلیم حاصل کی، لیکن اپنے عالم دین والد محترم کی بھی اس راہ میں پرواہ نہ کی اور ٹھیٹ محدثین کی راہ اختیار کر کے تحریک اہلحدیث کو غذا بخشی، اب کوئی شخص مجدد ملت کو حنبلی اور محدث وقت کو حنفی کہے تو دنیا آج اسے مالیخولیا کا مریض ہی کہے گی، کیوں کہ اہل سنت والجماعت کا ہر موافق و مخالف گروہ ان دونوں شخصیات کو موجودہ تحریک اہلحدیث کا سرخیل، روح رواں اور مسیحا جانتا اور مانتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس قبیل کی ایک مثال ابن جریرؒ کے بارے میں پیش کی ہے، فرماتے ہیں:

”ومعنى انتسابه الىٰ الشافعي أنه جرى علىٰ طريقته في الاجتهاد و استقراء الأدلة و ترتيب بعضها على بعض ووافق اجتهاده و اذا خالف أحيانا لم يبال بالمخالفة ولم يخرج عن طريقته الا في مسائل و ذلك لايقدح في دخوله في مذهب الشافعي“

﴿الانصاف في بيان أسباب الاختلاف. ص: ٧٦﴾

امام شافعی کی طرف ان کی نسبت اس معنی میں ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنیاد ان ہی کے مقرر کئے گئے اصول وضوابط پر رکھی، دلائل کی بحث و تحقیق اور ترتیب میں انہی کا طریقہ اختیار کیا، لیکن اگر کبھی ان کے اجتہاد سے اختلاف کیا تو اس کی کوئی پرواہ نہ کی، اس کے باوجود انہوں نے امام شافعی کے اصول وضوابط سے چند ہی مسائل میں خروج کیا جو انہیں شافعی ہونے سے خارج نہیں کرتا۔

محدث دہلویؒ کے اس اقتباس کی آخری بات کہ انہیں اپنے امام سے اختلاف اور

ان کے اصول وضوابط سے چند مسائل میں خروج کے باوجود انہیں شافعیت سے خارج نہیں کرتا، ان کی یہ بات ان کی تبحر علمی کے اقرار اور ان کی بلند و بالا شخصیت کے احترام کے باوجود میری نگاہ میں کم از کم محل نظر ہے، کیوں کہ کوئی شخص مجتہد کے رتبے تک پہونچ گیا تو اسے پھر کسی تقلیدی مکتب فکر میں داخل رکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا، ہاں شیخ بن بازؒ کی طرح تقلید کی راہ سے نہیں بلکہ اتباعِ کتاب وسنت کی راہ والی تعبیر یہاں بھی کارگر ہوسکتی ہے، جس کی بنیاد پرانہیں شافعی کہنا درست نہ ہوگا، بلکہ کتاب وسنت کا براہ راست حامل و عامل کہا جائیگا، یہاں پر ایک طرح کی اور تاویل کی جاتی ہے کہ اس طرح کے افراد مجتہد في المذهب ہوا کرتے ہیں، لیکن یہ بھی تقلیدی فکر کا نتیجہ ہے، ورنہ علم وتحقیق کے میدان میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

پھر شاہ صاحبؒ خود ہی آگے لکھتے ہیں:

**" البالغون الیٰ رتبة الاجتهاد ، و المجتهد لا يقلد مجتهدا و انما ينسب اليه لجريهم على طريقه في الاجتهاد واستعمال الأدلة و ترتيب بعضها علىٰ بعض "** ﴿الانصاف في أسباب الاختلاف. ص: ۷۷﴾

جو افراد رتبۂ اجتہاد پر فائز ہوجاتے اور مجتہد ہوجاتے ہیں وہ دوسرے کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتے، لیکن ان کے طریقۂ اجتہاد پر اجتہاد کرنے، دلائل کی بحث وتحقیق اور بعض کو بعض پر پیش کرکے ترتیب دینے کی وجہ سے ان کی طرف انہیں منسوب کیا جاتا ہے،

## دوسرا مغالطہ اور اس کی تردید

فقہی مکاتب فکر کی طرف سے تحریک اہلحدیث پر دوسرا الزام یہ ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں علم حدیث کے حفاظ اور اس فن کے ماہرین کو اہل حدیث کہا گیا ہے، نہ یہ کوئی مکتب فکر ہے، اور نہ ان کے اندر فقیہانہ شان پائی جاتی ہے، یہ ایک ایسا تاریخی مغالطہ

ہے، جس کی تصدیق نہ تو تاریخ کرتی ہے، اور نہ اس امر کا اعتراف گروہِ محدثین کا عمل کرتا ہے، اور نہ اسے انسان کی فطرت سلیم اور عقل و ادراک قبول کرتی ہے کیوں کہ کسی بھی علم کے ماہر کے عقیدت منداور اس کے پیرو کار کا ہونا ایک ایسا تاریخی عمل ہے جس کا ہر فرد بشر معترف ہے الا یہ کہ اس کی بصیرت پر عنصریت کی چادر چڑھ گئی ہو، اور اس کی بصارت پر تعصب کی پٹی بندھ گئی ہو۔

چنانچہ محدثین کی تدوین کردہ احادیث کے مجموعے اوران پر ان کی تبویب اس امر کی شاہد عدل ہیں کہ انہوں نے فقہاء کی طرح استدلال واستنباط سے کام لیا ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ رہا ہے کہ محدثین جو احادیث رسول کے جویاں اور شیدا رہے ہیں، انہوں نے اپنے تفقہ کی بنیاد خالص ارشادات رسول پر رکھی اور فقہاء نے اپنے تفقہ کی بنیاد رائے واجتہاد پر رکھی، گرچہ انہوں نے بھی کتاب وسنت ہی کو اپنا پیشوا مانا۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ ہی سے اہل سنت والجماعت کے ہر طبقے کے افراد نے گروہِ محدثین کی قدر ومنزلت علم و ہنر کے دیگر گروہوں سے زیادہ کی ہے، کیوں کہ ان کی خدمات کی نسبت براہ راست اللہ کے رسول سے جا ملتی ہے

پھر جن کی عقیدت اور قدر و منزلت لوگوں کے دلوں میں دوسروں سے زیادہ ہو، ان کے اَتباع کا نہ ہونا ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے، ہاں انہوں نے باضابطہ کسی پلیٹ فارم کی تشکیل نہ دی، کیوں کہ یہی اسلام کا عین تقاضا ہے، مثال کے طور پر ماضی میں احمد بن حنبلؒ اور حاضر میں محمد ناصر الدین البانیؒ، لیکن ان دونوں کے اَتباع ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کے اتباع بعد میں چل کر حنبلی کہلائے لیکن ان کے یہاں فقہی مسائل میں رائے کے مقابلے میں احادیث رسول سے استدلال کا طریقہ غالب رہا اور ہے، اور البانیؒ کے بھی اَتباع ہیں جنہیں ہر کوئی جانتا ہے۔

گروہِ محدثین کے اَتباع کی عدم شہرت اور عدم شیوع کی دوسری وجہ ان کا حکومت

کے عہدوں سے عموماً دور رہنا ہے، کہ یہ راہ بہت ہی پر خطر ہے، دنیا کی لالچ اور اقتدار وقت کی صحیح اور غلط پالیسیوں کی حمایت کا امکان ہر گھڑی اس راہ میں سر پر تلوار کی طرح لٹکتا رہتا ہے، یہی وجہ کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں فقہائے اسلام نے بھی اس امر سے دوری اختیار کی، اس سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ کی شان نرالی اور مثالی ہے، لیکن بعد میں چل کر یہ سلسلہ باقی نہ رہ سکا اور خود ان کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ نے منصب قضاء قبول فرمایا اور ان کے دوش پر حنفی مکتب فکر کو فروغ ملا، یہی حال دوسرے فقہاء کے اَتباع اور تلامذہ کا ہے، لیکن گروہِ محدثین کی اکثریت نے اپنی پرانی روایات کو باقی رکھا.

جب سے دنیا میں جمہوریت کا چلن عام ہوا ہے تو گروہِ محدثین کی تحریک اہل حدیث کو ان کے اَتباع اور تلامذہ کے دوش پر باضابطہ فروغ ملا ہے، نیز امام احمد بن حنبلؒ کے ماننے والوں کو اللہ تعالی نے کتاب وسنت کی اِتباع کی برکت کی وجہ سے دنیا کے ایک خطے میں سربلندی عطا کی ہے تو اس راہ سے بھی تحریک اہل حدیث کو معقول غذا فراہم ہوئی ہے، کیوں کہ دراصل امام احمد بن حنبلؒ کے اَتباع تحریک اہلحدیث کے اَتباع ہیں، یا کم از کم ان سے عقیدہ اور فقہی استدلال واستنباط میں قریب تر ہیں، اسی موافقت کی بنا پر دنیا کے مبصرین اور عالم اسلام کے خرافی اور سیاسی گروہوں نے سعودی حکومت کو سلفی حکومت سے تعبیر کیا ہے، لیکن فقہی مکاتب فکر کے دیگر گروہوں نے سعودی حکومت کو خالص حنبلی مسلک کا حامل قرار دینے میں اپنا سارا زور صرف کر رکھا ہے، تاکہ سلفیوں کی حمایت کا سلسلہ بند کرایا جاسکے، لیکن آج بحث وتحقیق کی دنیا میں اس طرح کی ناروا سازش اور ریشہ دوانی کامیاب نہیں ہوسکتی.

بہرصورت! گروہِ محدثین کی ذات پر صرف حفظ حدیث اور عدم تفقہ کے الزام کی دیوار مذکورہ بیان سے منہدم ہوجاتی ہے اور اگر اس کا کچھ حصہ پاش پاش ہونے سے باقی رہ گیا ہے تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ذیل کے اس بیان سے چور چور ہوجاتا

ہے:

”وهذه الطبقة هي الطراز الأول من طبقات المحدثين فرجع المحققون منهم بعد احكامهم فن الرواية و معرفة مراتب الأحاديث الى الفقه فلم يكن عندهم من الرأى أن يجمع على تقليد رجل ممن مضى مع مايرون من الأحاديث و الآثار المناقضة في كل مذهب من تلك المذاهب فأخذوا يتتبعون أحاديث النبي ﷺ و آثار الصحابة و التابعين والمجتهدين على قواعد أحكموها في نفوسهم... كان عندهم أنه اذا وجد في المسألة قرآن ناطق فلا يجوز التحول منه الى غيره، و اذا كان القرآن محتملا لوجوه فالسنة قاضية عليه ، فاذا لم يجدوا في كتاب الله أخذوا سنة رسول الله سواء كان مستفيضا دائرا بين الفقهاء أو يكون مختصا بأهل بلد أو أهل بيت أو بطريق خاصة، و سواء عمل به الصحابة و الفقهاء أولم يعملوا به.

و متى كان في المسألة حديث فلا يتبع فيها خلاف أثر من الآثار ولا اجتهاد أحد من المجتهدين“﴿حجة الله البالغة. ج ا ص: ۱۴۹﴾

گروہِ محدثین کا سب سے اعلی طبقہ محققین اہل حدیث کا ہے جنہوں نے فن روایت میں پختگی اور مراتبِ حدیث میں پوری معرفت حاصل کر کے فقہ کی طرف توجہ کی ، لیکن انہوں نے ماضی کے بزرگوں میں سے کسی خاص شخص کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا، کیوں کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہر مروجہ مذہب میں متناقض احادیث اور آثار موجود ہیں، اس لئے انہوں نے احادیث رسول اور آثار صحابہ وتابعین اور ائمۂ مجتہدین کے قواعد وضوابط کی روشنی میں غور وفکر کیا، اس سلسلے میں ان کا طریقہ یہ رہا کہ اگر زیر بحث مسئلے میں کوئی نص قرآنی مل جاتی تو پھر کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرتے ، اور اگر

نص قرآنی چند معانی کی محتمل ہوتی تو اس کا فیصلہ سنت رسول کے ذریعے فرماتے ، اور اگر نص قرآنی نہیں پاتے تو سنت رسول کو لیتے ، سنت چاہے درجۂ مستفیض کی ہوتی ، جس کا چلن فقہاء کے درمیان عام ہوتا یا کسی شہر یا کسی گھرانے یا کسی خاص طریقے سے معنون ہوتی ، جس پر صحابہ اور فقہا نے عمل کیا ہو یا نہیں کیا ہو، انہیں ان امور سے کوئی بحث نہیں ہوتی.

اور جب بھی پیش آمدہ مسئلے میں کوئی حدیث دستیاب ہوجاتی تو اس کے خلاف کسی اثر یا کسی مجتہد کے کسی اجتہاد کی اتباع نہیں کرتے.

# تیسرا مغالطہ اور اس کی تردید

تحریک اہل حدیث کے خلاف فقہی مکاتب فکر نے لوگوں کے درمیان تیسری غلط فہمی یہ پھیلانے کی کوشش کی ہے کہ اس کے حاملین فروعی مسائل میں شدت اور اصولی مباحث سے تغافل برتے ہیں.

اس الزام کا جواب دو طریقے سے دینا بہتر ہے:

﴿۱﴾ کوئی بھی تحریک اپنے اصول وضوابط پر قائم ودائم رہتی ہے اور اپنے اعمال وافعال اور کردار وگفتار سے پہچانی جاتی ہے، الحمدللہ تحریک اہلحدیث روز اول ہی سے اسلامی عقیدہ کی حامل اور اصلاحِ رسوم اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی پر قائم ودائم ہے، نہ یہاں شخصیت پرستی ہے، نہ ان کی ذات میں غلو ہے، اسی جرم میں انہیں ایک ٹولہ گستاخِ رسول بھی کہتا ہے، نہ ان کے یہاں خانقاہی نظام کا چلن ہے، نہ تزکیہ واحسان کے نام پر تصوف کی باطنی تعلیمات سے ان کا دامن تارتار ہے، اور نہ ان کے یہاں باطل رسوم اور بدعات وخرافات کے لئے کوئی جگہ ہے، نہ ان کے عقیدے میں کسی خلل کی کوئی گنجائش ہے، یہ دنیا کی تنہا تحریک اور جماعت ہے جس کے عوام اور علماء دونوں ہی

کتاب وسنت کے حامل ہیں، جب انہیں کتاب وسنت کی روشنی میں عقیدہ تو دور کی بات معمولی فقہی رائے کا علم ہوجاتا ہے تو وہ اس پر بلا چون و چرا عمل کرتے ہیں اور تقلیدی مکاتب فکر کی طرح جمود و تعطل کا شکار نہیں ہوتے، مثال کے طور پر ماضی قریب تک تحریک اہلحدیث ہند کے حاملین فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے، لیکن جب تحقیق کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ دعا کی یہ کیفیت اللہ کے رسول سے ثابت نہیں ہے تو انہوں نے اسے بلا تردد چھوڑ دیا، اور تشہد کی حالت میں بالاستمرار شہادت کی انگلی کو حرکت دینا کتاب وسنت کی روشنی میں راجح رائے ہے تو انہوں نے اس پر بلا تردد عمل کرنا شروع کردیا، راقم السطور کا بھی ان دونوں مسئلوں میں یہی حال ہے کہ سن شعور کو پہونچنے اور دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد ان دونوں مسئلوں کی واقفیت ہوئی تو اپنا پرانا عمل یکلخت ترک کردیا، کیوں کہ تحریک اہلحدیث کا اصل منشا کتاب وسنت کی اتباع اور ان کی روشنی میں راجح رائے کا اختیار کرنا ہے۔ چاہے وہ جس امام اور عالم دین کے ذریعے حاصل ہو۔

﴿ب﴾ فروعی مسائل کی ابلاغ وتبلیغ میں شدت کا جہاں تک تعلق ہے تو دراصل اسلام میں اصول وفروع کی تقسیم بعد کی پیداوار ہے، صحابہ اور قرون اولیٰ کے مسلمان اپنے ماں باپ اور علماء اور معلمین سے طہارت ونظافت، وضو، نماز وروزہ، حج وزکاۃ، اخلاق وعادات اور اسلامی عقیدہ کی تعلیم بلا اصولی اور فروعی تقسیم کے حاصل کیا کرتے تھے، اور اس پر عمل کرنے میں کوئی تفریق نہیں کیا کرتے تھے، کیوں کہ یہی طریقہ زیادہ آسان اور انسانی فطرت کے زیادہ قریب ہے، آج بھی عوام تو دور کی بات علماء تک کو بالتفصیل اسلامی فرائض کے جملہ شروط وارکان اور واجبات وسنن کا علم رکھنا مشکل ہے، لیکن ساتھ ہی اس حقیقت کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ اصول وفروع کی علمی تقسیم اعمال کی ادائیگی کی کوتاہیوں کے وقت افرادِ امت کے لئے آسانیاں لاتی ہے،

مثلاً نماز میں اگر کوئی شخص سورہٗ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھنا بھول گیا تو اس سے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی ہے، لیکن افسوس کہ اس راہ میں کچھ ایسی تقسیم بھی ہوئی جو شریعت کی روح کے تقاضے کو پوری نہیں کرتی، مثلاً بعض تقلیدی مکتب فکر کے نزدیک ''رکوع'' مجرد جھکنے کا نام ہے، اگر کوئی نمازی صرف جھک کر فوراً اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی، کیوں عربی زبان میں رکوع کا معنی مجرد جھکنا ہے، حالانکہ عربی زبان کی لغوی اور شرعی حیثیتوں میں شارع علیہ السلام نے فرق کیا ہے جس کا ملحوظ خاطر رکھنا امت اسلام کے لئے ضروری ہے، مثلاً صلاۃ کا لفظ عربی زبان میں دعا کے معنی میں آیا ہے لیکن کیا کوئی شخص ہاتھ اٹھا کر دعا کر لے تو اس کی نماز ادا ہو جائیگی، ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہے، لغوی رعایت کے ساتھ شارع علیہ السلام کے مقرر کردہ شرعی معنی کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

بہرصورت! فروعی مسائل میں شدت کی راہ شروع میں تقلیدی مکاتب فکر کی باہم معرکہ آرائی ہی سے شروع ہوئی، جیسے مذکورہ رکوع کے مسئلے ہی کو لیجئے کسی مکتب فکر کے نزدیک اس سے نماز باطل نہیں ہوتی اور کسی تقلیدی مکتب فکر کے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے کیوں کہ حالت رکوع میں تعدیل ان کے یہاں فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز کا بطلان لازم آتا ہے۔

تحریک اہلحدیث نے ان کے درمیان اس معرکہ آرائی کو ختم کرانے کی کوشش کی اور کررہی ہے، وہ اس طرح کہ اس قسم کے مسائل میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کو حکم مان کر اس خلیج کو پاٹ دیا جائے، ہاں اس راہ میں تحریک اہل حدیث کے بعض افراد کی جانب سے بھی شدت کا مظاہرہ ہوا ہے، اور آئندہ بھی ہوگا، کیوں کہ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ جب اس پر کسی راہ سے حملہ کیا جائے تو وہ بھی امکان بھر حملہ کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے، مثلاً تحریک اہل حدیث کے حاملین کو لامذہبی، وہابی، ظاہر پرست،

اور گمراہ فرقہ جیسے تنابز بالالقاب سے نوزا گیا تو انہوں نے بھی اس راہ سے ان کی خبر لی، لیکن اس خبر لینے کی کمیت اور معقولیت دونوں ہی میں تقلیدی مکتب فکر سے وہ پیچھے ہیں.

ابھی بساط ہند پر غازی پور، یوپی کے تقلیدی مکتب فکر کے ابھرتے ہوئے قائد اعظم مولانا ابوبکر غازی پوری کے حملے اس کی زندہ مثال ہیں، انہوں نے ''لا مذہبیہ'' ''غیر مقلدین کے مسائل'' وغیرہ کتابیں تحریر فرما کر اور ''مجلۂ زمزم'' کے پلیٹ فارم سے جو کارنامے انجام دئے ہیں، اور دے رہے ہیں، شاید اس کی تلخیاں تا دیر تحریک اہلحدیث کے دلوں سے محو نہ کی جا سکے، وہ اس راہ سے تحریک اہل حدیث کو جتنی گالیاں دے چکے ہیں، اس کا عشر عشیر بھی تحریک اہلحدیث کی جانب سے پیش نہ کیا جا سکا ہے، یہ تو ہوئی کمیت کی بات، اور جہاں تک معقولیت کا سوال ہے تو کوئی انصاف پسند صاحب دل غازی پور کے قائداعظم کے حملے اور جامعہ سلفیہ بنارس کے آرگن میں ''سلفیت کا تعارف'' کے عنوان سے ڈاکٹر محمد رضاء اللہؒ کی دفاعی کاروائی کا موازنہ کرے تو حقیقت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجائیگی، قائداعظم نے تو سلفیان برصغیر کو شیخ بن بازؒ کو احتراما! والدنا کہنے پر ان کی گھریلو زندگی پر حملہ کیا ہے، جس کے ذکر سے شرم وحیا کی قبا چاک ہو جاتی ہے، اور اسلامی اخلاق وآداب کا جنازہ نکل جاتا ہے، بلکہ اسلامی حدود وتعزیرات کی دیوار بھی متزلزل ہو جاتی ہے کہ ایسے بے تکے ہرزہ سرا کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟؟؟ الأماں والحفیظ.

راقم السطور طبعی اور ذاتی طور پر ایک ہی کلمے کے ماننے والوں کے درمیان اس طرح کی ردوقدح کو اسلامی اخلاق اور دعوتی مصالح کے خلاف سمجھتا ہے، لیکن ساتھ ہی علمی پیرائے میں حقیقت کے رخ سے پردہ اٹھانا دعوتی مصالح کا ایک حصہ سمجھتا ہے، اور تحریک اہل حدیث کی اکثریت اسی امر کی قائل، حامل اور عامل ہے، اور اس تحریک کے اصول وضوابط کا بدیہی تقاضا بھی یہی ہے، لیکن انسانی طبائع مختلف واقع

ہوئے ہیں، ان میں نرم خو اور حلیم و بردبار اور شدت پسند اور جذباتی بھی واقع ہوئے ہیں، لہٰذا ان کے بعض افراد کی طرف سے تقلیدی مکتبِ فکر کی ہرزہ سرائیوں کا جواب دیدیا جاتا ہے تو یہ ایک فطری عمل ہے جسے روکا نہیں جا سکتا، لیکن باہمی کوشش اور تفاہم سے اسلامی تعلیمات کو حَکَم مان کر اس خلیج کو پاٹا جا سکتا ہے، اور امت کو وحدت کی لڑی میں پرویا جا سکتا ہے:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک

# گروہِ محدثین کا بٹوارہ

دنیا میں باضابطہ اسلام کے نام پر فقہی مکاتب فکر کی تشکیل، اور شخصی تعصّبات کی بنیاد پر مختلف پلیٹ فارموں کی تقسیم کے بعد جماعتِ محدثین بھی دو حصوں میں بٹ گئی، پہلے گروہ نے حسب سابق کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی بنیاد پر اپنے مسائل کی تخریج واستنباط کو جاری رکھا، جس کی ایک جھلک گزشتہ سطور میں محققین محدثین کی ہر دور کی ایک فہرست سے دکھائی جا چکی ہے، اس کے برعکس محدثین کا دوسرا گروہ کسی نہ کسی تقلیدی مکتب فکر کا کسی حد تک یا بہت حد تک پابند ہو گیا، جیسے ابن حجر عسقلانیؒ صاحب فتح الباری شرح البخاری شافعی مکتب فکر، بدرالدین العینیؒ صاحب عمدۃ القاری شرح البخاری حنفی مکتب فکر اور ابن العربیؒ صاحب عارضۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی مالکی مکتب فکر کے تحت مسائل کی تنقیح وتوضیح کرنے کے بہت حد تک عادی ہو گئے، لیکن ان کے یہاں پھر بھی قدرے توازن باقی رہا اور اگر کوئی اجتہادی مسئلہ صحیح حدیث کے

خلاف پڑتا تو وہ اس کی تردید کرنے اور اس کے ترک کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھتے، لیکن اس کے بعد کے ادوار میں تقلیدی مکاتب فکر کے گروہِ محدثین پر تقلید و جمود کا رنگ گہرا ہوتا گیا، جیسے محمد زاہد الکوثریؒ اور استاذ گرامی عبدالفتاح ابوغدہؒ پر حنفی مکتب فکر اور استاذ گرامی ملا محمد خاطر الخلیل حفظہ اللہ محقق سبل السلام پر شافعی مکتب فکر کا، تاریخ کے اس دور میں بھی حسب سابق کتاب و سنت اور آثار صحابہ پر اپنی تحقیق اور مسائل کی توضیح کی بنا رکھنے والے گروہِ محدثین نے اپنا کام جاری رکھا جیسے محمد علی شوکانیؒ صاحب نیل الأوطار، محمد امیر صنعانیؒ صاحب سبل السلام اور محمد ناصر الدین البانیؒ صاحب الأحادیث الصحیحۃ ..والأحادیث الضعیفہ والموضوعہ وغیرھم.

# تحریک اہل حدیث اور برصغیر

برصغیر ہند و پاک میں تحریک اہل حدیث کو سمجھنے کے لئے اسے تین تاریخی ادوار میں تقسیم کرنا مناسب ہے:

﴿۱﴾ پہلا دور:. ۹۲ھ سے چوتھی صدی ہجری تک یا بعض تاریخی روایت کی بنیاد پر اس دور کا آغاز ۱۵ھ ہی سے ہوا.

﴿۲﴾ دوسرا دور:. چوتھی صدی ہجری سے لیکر تقریبا ۱۲۶۲ھ تک.

﴿۳﴾ تیسرا دور:. ۱۲۶۲ھ سے لیکر زمانۂ حال تک.

پہلا دور کتاب وسنت کے حقیقی سرچشمہ سے براہ راست سیراب ہوا اور اس دور میں مذہبی تعصب، خانقاہی لعنت اور شاہی جبر و استبداد کا رواج عام نہ ہو سکا تھا، دوسرے دور میں یہ تینوں معائب شریعت کے نام پر امت اسلام میں در کر آئے، تیسرے دور میں شاہی جبر و استبداد کے بجائے استعماری طاقتوں کے دباؤ نے مسلمانوں کے وقار اور عزت و ناموس کو خاک میں ملا دیا، اور اسکے ساتھ ہی دوسرے

دور کی طرح مذہبی تعصب اور خانقاہی نظام کا رواج عام رہا بلکہ اس میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہوئی.

## پہلا دور﴿از ۱۵ھ یا از ۹۲ھ تا چوتھی صدی ہجری﴾

فتوح البلدان وغیرہ تاریخی کتب کی روایات کے مطابق اس دور کا آغاز خلافت فاروقی ہی میں تقریباً ۱۵ھ سے ہوگیا تھا، خلیج کی موجودہ دوریاستوں بحرین اور سلطنت عمان کے اُس وقت کے گورنر عثمان بن ابوالعاص اوران کے بھائی حکم بن ابوالعاص اور مغیرہ بن ابوالعاص کی سرکردگی میں سندھ کے علاقے پر حملہ کیا گیا، اسلامی سپہ سالاروں کو کامیابی ہوئی اور انہیں بہت سارا مال غنیمت حاصل ہوا، لیکن زیادہ مشہور اور مستند تاریخی روایت کے مطابق اس امر کا آغاز ۹۲ھ سے ہوا، ہوا یوں کہ پہلی صدی ہجری میں بعض اسلامی بحری قافلوں کو بحری قزاقوں نے سندھ کے علاقے میں لوٹ لیا، اسلامی خلافت کی جانب سے اس زیادتی کی سرکوبی کے لئے سندھ کے راجہ داہر کو خط لکھا گیا، لیکن اس نے اس کا جواب ضد، ہٹ دھرمی اور انا سے دیا، لہٰذا جواباً اسلامی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم سے ان کے ایک گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کی زیر سرپرستی اسلامی خلافت کے ایک نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم نے سندھ کے علاقے پر ۹۲ھ میں فوج کشی کی، جس کا سلسلہ ۹۵ھ تک جاری رہا، اس فوج کشی اور اسلامی جہاد کے نتیجے میں سندھ، ملتان اور قنوج کے علاقے اسلامی خلافت کے زیرنگیں آ گئے.

میری سمجھ سے اللہ کے رسول کی ذیل کی پیشین گوئی اسی گروہ کے حق میں تھی، اللہ کے رسول کی اس پیشین گوئی اور اس قسم کی دوسری پیش گوئیوں کو آج کی تاریخ پر منطبق کی جانے کی کوشش کی جارہی ہے، جو بہرصورت محل نظر ہے، اللہ کے رسول کی وہ پیش گوئی یہ ہے:

”عن ثوبان مولیٰ رسول اللهﷺ عن النبيﷺ“ عصابتان من أمتی أحرزهما الله من النار: عصابة تغزو الهند، و عصابة تكون مع عيسى ابن مريم عليهالسلام“ ﴿النسائی و أحمد﴾

رسول اللہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ اللہ کے رسول سے روایت کرتے ہیں کہ میری امت کے دوگروہوں کواللہ تعالی نے جہنم کی آگ سے محفوظ کردیا ہے،ایک وہ گروہ جوسرزمین ہند پرغزوہ کریگااوردوسراوہ گروہ جوعیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیگا.

یہ حدیث متکلم فیہ ہے، کیوں کہ اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس راوی آتے ہیں اور دوسرے راوی ابوبکر زبیدی ہیں جو محدثین کے نزدیک مجہول الحال ہیں، لیکن شیخ البانیؒ نے ان دونوں راویوں کی تدلیس اور جہالت کواصول حدیث کی روشنی میں دور کردیاہےاوراس کی سندکوجیدکہاہے.

﴿سلسلة الأحاديث الصحيحة ..ج۴ص:۵۷۰-رقم الحديث: ۱۹۳۴﴾

مطلعِ ہند پراسلام کا یہ سورج براہ راست عربوں کے ہاتھوں طلوع ہوا تھا،جس کی روشنی اور ضیاء پاشی ہرطرح کی غیراسلامی ملاوٹ سے پاک تھی،اس وقت تک مشہورتقلیدی مکاتب فکر کے کسی امام کی مسند درس وتدریس بھی نہ بچھی تھی،لہذا بدیہی طور پرتوحید کے اس قافلے کے اَتباع سرزمین ہند پرعالم اسلام کے دیگرخطوں کی طرح چارسوسالوں تک کتاب وسنت کے شیدا، حامل وعامل رہے، بالفاظ دیگرتحریک اہل حدیث کے خوگراورناشر رہے،سرزمین سندھ میں شاہ بدیع الدینؒ کاعظیم کتب خانہ جو کتاب وسنت کی بیش بہاقدیم کتابوں سے لبریز ہے،اس کی زندہ مثال ہے.

☆☆☆

☆

## دوسرا دور ﴿از چوتھی صدی ہجری تا ۱۲۶۲ھ﴾

سلطان محمود غزنوی نے چوتھی صدی ہجری میں پے در پے ہندوستان پر حملے کیے، اور اس وقت تک عالم اسلام میں تقلیدی مکاتب فکر کا قدرے رواج ہو چکا تھا، خود سلطان حنفی مکتب فکر کے حامل و عامل تھے، وہ ایران اور افغانستان کی راہ سے آئے تھے، اوران کی تعلیم وتربیت حنفی مکتب فکر کے ساتھ ایرانی تصوف پر ہوئی تھی، ظاہر ہے "الناس علی دین ملوکھم" کے تحت آہستہ آہستہ برصغیر کے لوگ تقلید اور تصوف کے گرویدہ ہوتے گئے، اور کتاب وسنت کی خالص تعلیم اس کے تلے دبتی چلی گئی، شخصی حکومتیں غزنوی، غوری، تیموری، تغلقی اور شیر شاہ سوری وغیرہ بدلتی رہیں، اور تقلیدی افکار، ایرانی تصوف نیز شیعیت کو کرسئ اقتدار کے ذریعے غذا فراہم ہوتی رہی، لیکن تاریخ کے اس پورے دور میں حنفی مکتب فکر اور ایرانی تصوف ہندو جوگی پن کی آمیزش کے ساتھ عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر غالب رہے، یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوگیا.

لیکن برصغیر کے بعض علاقے مالابار موجودہ کیرالا، تامل ناڈو، کرناٹک اور مہاراشٹر پر عرب تاجروں کے ذریعے اسلام پہونچا، اور کیرالا میں صدفی صداور دیگر علاقوں میں قدرے شافعی مکتب فکر کو رواج ملا، لیکن ایرانی تصوف اور ہندو جوگی پن کے اثرات نے ان علاقوں میں بھی پوری طرح اپنا کرشمہ دکھایا.

لیکن تاریخ کے اس دور میں غوری عہد سلطنت میں دوسرے عہدوں کے مقابلے میں سلفیت کو پھلنے پھولنے اور آگے بڑھنے کا موقع ملا کیوں کہ سلطان شہاب الدین غوری ﴿وفات: ۶۰۲ھ﴾ اور ان کے بھائی سلطان غیاث الدین ﴿وفات: ۵۹۵ھ﴾ شافعی مسلک کے حامل رہے، لیکن ان کے یہاں تعصب نام کی چیز نہ تھی، اس لئے

سلفیت کو فروغ ملا، تحریک اہلحدیث کے بعض افراد نے انہیں سلفی حکام میں شمار کیا ہے، لیکن میری رائے میں امام سبکی کی رائے زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ حکام شافعی مسلک کے حامل تھے جن کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ للشافعیۃ. ج ۸ میں کیا ہے.

تاریخ کے اس تاریک دور میں بھی گروہِ محدثین اور مجددین اسلام نے اسلامی تعلیمات کی شمع کسی نہ کسی طرح اپنے دوش پر روشن رکھی، جس کی وضاحت ان کی ذیل کی اس فہرست سے بخوبی ہو جاتی ہے:

| | |
|---|---|
| شیخ رضی الدین صغانی لاہوری | ۵۷۷ھ-۶۵۰ھ |
| شیخ علی متقی ہندی | ۸۸۵ھ-۹۷۵ھ |
| شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی | ۹۱۲ھ-۹۸۶ھ |
| شیخ عبدالحق محدث دہلوی | ۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ |
| شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی | ۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ |
| سید مبارک محدث بلگرامی | ۱۰۳۳ھ-۱۱۱۵ھ |
| میر عبدالجلیل بلگرامی | ۱۰۷۱ھ-۱۱۳۸ھ |
| محمد فاخر الہ آبادی | ۱۱۲۰ھ-۱۱۶۴ھ |
| مرزا مظہر جانجاناں | ۱۱۱۰ھ-۱۱۹۵ھ |
| شاہ ولی اللہ محدث دہلوی | ۱۱۱۰ھ-۱۱۷۶ھ |
| شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی | ۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ |
| سید احمد بریلوی شہید | ۱۲۰۱ھ-۱۲۴۶ |
| شاہ محمد اسماعیل شہید | ۱۲۰۳ھ-۱۲۴۶ھ |
| شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی | ۱۱۹۲ھ-۱۲۶۲ھ |

لیکن اس گروہِ محدثین اور مجددین اسلام پر تقلیدی مکتب فکر اور تصوف کا اثر کسی پر کم اور کسی پر زیادہ باقی رہا، اس اثر سے پوری طرح صرف شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ذات گرامی محفوظ رہی، لیکن تاریخ کے جن تاریک ادوار میں ان محدثین ومجددین نے اسلامی تعلیمات کو زندہ رکھا، وہ بڑی عزیمت اور دل گردے کی بات تھی، خاص کر سید احمد سرہندیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جس طرح سرزمین ہند میں اسلام کی پاسبانی کی ہے، اس کی مثال تاریخ اسلام میں کم ملتی ہے، اول الذکر شخصیت نے اپنی مجددانہ کوششوں سے اکبر کے قائم کردہ دین الٰہی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، یہ صحیح ہے کہ جب ان کی کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو دین الٰہی کا امام منچلا بادشاہ اکبر اس دنیا سے چل بسا تھا اور انہوں نے دوبدو اس کے دربار میں دین الٰہی کے خلاف آواز نہیں اٹھائی، لیکن انہوں نے اپنے شاگردوں کے دوش پر پورے ملک بلکہ ایوان شاہی میں بھی اس دین الٰہی کے خلاف ایک ایسی فضا قائم کردی کہ درباری علماء اور شیعی گروہ میں بھونچال آگیا اور انہوں نے آپ کو اذیت دینے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کرکے اکبر کے بیٹے اور جانشیں جہانگیر کے دربار میں بلوایا، شاہی آداب کے مطابق بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا تھا، لیکن آپ نے عزیمت کی راہ اختیار کی اور سجدہ سے انکار کردیا:

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

جس کی پاداش میں آپ کو تین سال کے لئے قلعہ گوالیار اور آگرہ کی کال کوٹھریوں میں بند کردیا گیا، لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جہاں جہاں ان کے قدم کے نشان پڑے

وہاں وہاں کی فضا ان کے حق میں ہموار ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ بادشاہ وقت بھی متأثر ہوکران کا ہمنوا ہوگیا اور اپنے باپ کے قائم کردہ دین الٰہی کے خلاف اقدام کرنا شروع کردیا، اور پھر اس کے بیٹے شاہ جہاں اور اس کے پوتے عالم گیر نے دین الٰہی کی ناپاک سازش میں آخری کیل ٹھوک دی، اس سلسلے میں مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات جو ملک کے گورنروں اور رئیسوں کو لکھے گئے تھے شاہد عدل ہیں.

دوسری شخصیت شاہ ولی محدث دہلویؒ کی ہے جنھوں نے تقلید اور تصوف کے غلبے اور شاہانہ جبر واستبداد اور عیاشی وانارکی کے ماحول میں صور اسرافیل بن کر باطل تصوف اور جامد تقلید کے خلاف ایسی آواز اٹھائی کہ خانقاہی نظاموں میں زلزلہ آگیا اور جامد تقلید کے کنگوڑے ہل گئے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

" و أشهد لله با لله ان كفر با لله أن يعتقد في رجل من الأمة ممن يخطي و يصيب أن الله كتب علىٰ أتباعه حتما و أن الواجب علىٰ هو الذي يو جبه هذاالرجل و أن الشريعة الحقة قد ثبت قبل هذاالرجل بزمان"

﴿تفہیمات. ج ا ص: ۲۱۱ بحوالہ تحریک آزادیٔ فکر... ص: ۱۱۳﴾

میں اللہ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ امت کے کسی ایسے آدمی کے بارے میں جو خطا اور صواب دونوں کا مرتکب ہوسکتا ہے، یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کی اتباع واجب ہے، اور جسے یہ واجب کہے وہی امر واجب ہے، یہ اللہ تعالی کے ساتھ کفر کے برابر ہے، کیوں کہ شریعت اس شخص سے کہیں پہلے سے موجود ہے.

تیسری شخصیت سید احمد شہیدؒ کی ہے جنھوں نے مسلمانوں کی پستی کو دور کرنے اور ان کی عزت وناموس کی پاسبانی کے لئے برصغیر میں پہلی اسلامی تحریک کی بنا ڈالی، اور اسی راہ میں اپنی جان قربان کرڈالی:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

ان کی شخصیت اور کارنامے کے بیان کے لئے دفتر چاہیئے، جس کا یہ مقام نہیں، لھذا! یہاں پر ان کی املاء کردہ کتاب ''صراط مستقیم'' سے قارئین کے لئے صرف ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ سرزمین ہند میں وہ کس طرح کا نظام قائم کرنا چاہتے تھے، اور ان کے فکر رساذہن کی پرواز کتنی بلند تھی، وہ فرماتے ہیں:

''حدیث صحیح کے بالمقابل کسی بھی مجتہد کی تقلید ہرگز مت کرو اور اہل حدیث کو اپنا پیشوا بناؤ، ان سے محبت و عقیدت رکھو، نیز تقلید از گردن خود دریافت انداخت، اپنی گردن سے تقلید پرستی کا قلادہ اتار پھینکو اور لشکر محمدی سے منسلک ہو جاؤ''

﴿صراط مستقیم ص:۱۳۰ بحوالہ ضمیر کا بحران ص:۳۹۱﴾

چوتھی شخصیت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ہے جنھوں نے تحریر و تقریر اور میدان کارزار میں یکساں جوہر دکھلایا، تحریر میں ان کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' تقریر کیلئے دہلی کی شاہی جامع مسجد کی ہر اینٹ اور تیر وسنان کے لئے مشہد بالاکوٹ کی مٹی گواہ ہے، مختصر مدت میں ان کی ان نوع بنوع خدمات کو دیکھ کر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ یاد آتے ہیں، اس کے علاوہ برصغیر کی موجودہ تحریک اہل حدیث انہی کی رہین منت ہے. اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے. آمین.

## تیسرا دور ﴿از ۱۲۶۲ھ تا حال﴾

افسوس کے یہ دور دو حصوں میں تقسیم ہوگیا، حالانکہ مذکورہ بالا چاروں عظیم شخصیتوں کی کوششوں کا ثمرہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ برصغیر کے مسلمان ایک لڑی میں پرو جاتے، اور ان سے ملکی حالات و ظروف کا بھی یہی تقاضا تھا اور ہے، لیکن کسی بھی تاریخی عمل

کو ہماری چاہت اور اس پر ہمارا افسوس کناں ہونا نہیں روک سکتا.

﴿۱﴾ پہلا حصہ یا گروہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کتاب وسنت کا شیدا ہو گیا، اور ہر طرح کی تقلید اور تصوف کی باطنی تعلیمات سے کنارہ کش ہو کر مذکورہ چاروں عظیم شخصیتوں کی کوششوں کو اصولی طور پر عملی جامہ پہنایا، جس کا سہرا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ، مسند ولی اللہی کی آخری یادگار سید نذیر حسینؒ بہاری ثم دہلوی، نواب صدیق حسن خاںؒ اور مولانا ولایت علی صادق پوریؒ کے سر بندھتا ہے.

اس گروہ کے حاملین و داعین برصغیر میں باضابطہ تحریک اہلحدیث کے نام سے جانے پہچانے گئے، جس کی مثالی شخصیتوں میں ذیل کی شخصیتیں نہایت اہم ہیں:

☆ شاہ اسماعیل شہیدؒ صاحب ''تقویۃ الایمان''

☆ نواب صدیق حسن خاںؒ، صاحب تصانیف کثیرہ.

☆ سید نذیر حسین محدث دہلویؒ. مسند ولی اللہی کے آخری جانشین.

☆ ولایت علیؒ اور عنایت علیؒ صادق پوری تحریک جہاد کی نشأۃ ثانیہ کے قائدین.

☆ محمد بشیر السہسوانی صاحب ,,صیانۃ الإنسان عن وسوسۃ الشیخ الدحلان.

☆ عبدالعزیز رحیم آبادیؒ صاحب ''حسن البیان''

☆ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ تحریک اہلحدیث کے مناظر قائد.

☆ شمس الحق ڈیانویؒ صاحب ''عون المعبود شرح سنن ابی داؤد.

☆ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ صاحب ''تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی''

☆ عبیداللہ مبارک پوریؒ صاحب ''مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح''

☆ محمد حنیف بھوجیانویؒ صاحب ''التعلیقات السّلفیہ علی سنن ابن ماجہ'' وغیرہم.

﴿۲﴾ دوسرا حصہ یا گروہ سابق تقلیدی مکتب فکر اور قدرے تصوف سے ہم آہنگ رہا جس کا نام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ احسان وتزکیہ رکھتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

''جس کی اصل حقیقت تزکیہ واحسان کے ماثور وشرعی الفاظ میں پہلے سے موجود تھی، اور جس کا عرفی واصطلاحی نام بعد کی صدیوں میں تصوف پڑ گیا''

﴿تعمیر ملت. مفکر اسلام نمبر، ص: ۲۸، مجریہ ۱۰ / جولائی تا ۲۵ / اگست ۲۰۰۰ء﴾

بہر صورت اس گروہ کی مثالی شخصیتوں میں ذیل کی شخصیتیں نہایت اہم ہیں:

☆ محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیو بند.

☆ انور شاہ کشمیریؒ صاحب ''فیض الباری شرح البخاری''

☆ محمد خلیل سہارن پوریؒ شارح ''سنن ابوداؤد''

☆ اشرف علی تھانویؒ صاحب تصانیف کثیرہ.

☆ شیخ الہند محمود الحسنؒ صاحب ''تحریک ریشمی رومال''

☆ محمد شبیر عثمانیؒ صاحب ''تفسیر القرآن''

☆ عبدالحی لکھنویؒ صاحب ''عمدۃ الرعایہ''

☆ محمد مفتی شفیعؒ صاحب ''معارف القرآن''

☆ محمد زکریا کاندھلویؒ صاحب ''اُوضح المسالک شرح مؤطا امام مالک.

☆ حبیب الرحمٰن اُعظمیؒ محقق کتب اُحادیث عدیدہ.

☆ ابوالحسن علی ندویؒ صاحب تصانیف کثیرہ. وغیرہم.

# تصوف اور خانقاہیت

پہلے دور کو چھوڑ کر دوسرے اور تیسرے ادوار میں اہل سنت والجماعت کے نام پر باطل تصوف اور خانقاہی نظام کا رواج عام رہا اور ہے، اور جسے حکومت وقت کی ہمیشہ سرپرستی حاصل رہی اور آج بھی ہے، اس سلسلے میں راہِ تصوف کے سالک مولانا ابو الحسن علی ندویؒ خود ہی فرماتے ہیں:

”وہ پیشہ ور اور جاہ طلب وحقیقت فروش اور الحاد شعار اور فاسد العقیدہ، نام نہاد صوفی ہیں جنہوں نے دین میں تحریف کرنے، مسلمانوں کو گمراہ کرنے، معاشرہ میں انتشار پیدا کرنے، آزادی و بے قیدی کی تبلیغ کرنے کے لئے تصوف کو آلۂ کار بنایا، اور اس کے محافظ و علمبردار بن کر لوگوں کے سامنے آئے، نتیجہ یہ ہوا کہ اہل غیرت و اہل حمیت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان سے بدظن ہوگئی، کچھ غیر محقق صوفی ایسے تھے جو اس شعبہ کی روح اور اس کے حقیقی مقاصد سے نا آشنا تھے، وہ مقصد و وسیلہ میں تمیز نہ کر سکے، بعض اوقات انہوں نے وسائل پر تو بہت اصرار کیا، اور مقاصد کو نظر انداز کر دیا، اور اس شعبہ یا اس فن میں ایسی چیزیں داخل کیں جن کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اس کو فن کی روح اور اس کا کمال قرار دیا بلکہ مقصود و مطلوب سمجھ بیٹھے“

﴿تزکیہ واحسان ص: ۱۵-۱۶ بحوالہ تعمیر ملت. مفکر اسلام نمبر ص: ۲۸. مجریہ ۱۰/ جولائی تا ۲۵/ اگست ۲۰۰۰ء﴾

تمدن، تصوف، شریعت، کلام ☆ بتانِ عجم کے پجاری تمام!
حقیقت خرافات میں کھوگئی ☆ یہ امت روایات میں کھوگئی
وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد ☆ محبت میں یکتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھوگیا ☆ یہ سالک مقامات میں کھوگیا

# برصغیر میں تحریک اہلحدیث کی باضابطہ تشکیل

گزشتہ ابواب کے بیان سے بخوبی واضح ہوگیا کہ یہ تحریک کوئی نئی تحریک نہیں ہے۔ بلکہ کتاب وسنت کی وہی تحریک ہے جو عہد نبوی اور عہد صحابہ سے چلی آرہی ہے۔ لیکن برصغیر میں قرون اولی کے بعد کتاب وسنت کی ترویج واشاعت اور تحریک اہلحدیث کی باضابطہ تشکیل کی تاریخ کا آغاز بارہویں صدی ہجری سے ہوا۔ جس میں

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ﴿۱۱۱۴ھ - ۱۱۷۶ھ﴾ کی تدریسی اور تحریری خدمات اور کارناموں کا بڑا عمل دخل رہا۔ گرچہ حالات وظروف نے ان پر تصوف کا رنگ باقی رکھا۔ جیسا کے ان کی اپنی کتاب ,,تفہیمات الٰہیہ'' اور دیگر کتابوں میں یہ فرمانا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ میں اپنے زمانے کا امام اور مجدد ہوں۔ اور لوگوں کو میری اتباع کرنی چاہیے۔ اس طرح کی باتیں کشف والہام کے حاملین ہی کیا کرتے ہیں جو تصوف کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

,, ونشأ في قلبي داعية من جهة الملأ الأعلى على تفصيلها أن مذهب أبي حنيفة والشافعي هما مشهوران في الأمة المر حومة و هما أكثر المذاهب تبعاو تصنيفا''

﴿تفهيمات. ج ١. ص: ٢١٢. منقول از تحريک آزادی فکر...ص ١٣٠/ ١٣١﴾

ملأ اعلیٰ کی طرف سے میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی دونوں ائمہ کے مذاہب امت میں مشہور ہیں۔ اور کثرت اتباع اور کثرت تصنیف کے لحاظ سے بھی معروف ہیں.

,, لما تمت بي دورة الحكمة ألبسني الله خلعة المجددية فعلمت علم الجمع بين المختلفات''

﴿تفهيمات: منقول از اتحاف النبلاء. ج ٢ ص ٤٣٠﴾

جب میرا دورۂ حکمت ومعرفت پورا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مجددیت کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔ پس مجھے اختلافی مسائل میں جمع وتطبیق کا علم حاصل ہوگیا.

لیکن ان کی مساعی جمیلہ اور تقلید شخصی کے بجائے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی فقہی اقوال میں جمع وتطبیق کی دعوت سے برصغیر میں عمل بالکتاب والسنہ کی بنیاد پڑ گئی۔ آگے چل کر جس بنیاد پر دو شخصیتوں نے کتاب وسنت کی حسین وجمیل عمارت کھڑی کی اور

اسی کا نام موجودہ تحریک اہل حدیث ہند ہے۔

﴿۱﴾ پہلی شخصیت شاہ محمد اسماعیل شہید ﴿ش: ۱۸۳۱ء﴾ کی جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے ہیں اور جنھوں نے دہلی۔ لکھنؤ اور سرحد و کشمیر کے درو بام۔ میدانی علاقوں اور سنگلاخ پہاڑوں پر جہاد کا نعرہ بلند کرنے کے ساتھ وہاں کے باسیوں کے اندر کتاب وسنت کی روح پھونک دی۔اس نسبت سے ان کے قافلہ میں چاہے نہ چاہے۔شعوری یا غیر شعوری طور پر کتاب وسنت کے متوالوں کو محمدی کے نام سے پکارا جانے لگا۔ بلکہ انہوں نے اس سے پہلے ہی کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کے لئے ایک جماعت کی بناڈال دی تھی چنانچہ مولانا عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

,,جب مولانا محمد اسمٰعیل شہید نے حجۃ اللہ البالغہ امام عبدالعزیز سے پڑھی تو اپنے جد امجد کے طریقہ پر عمل کرنا شروع کر دیا۔انہوں نے اپنی ایک خاص جماعت بھی تیار کی جو حجۃ اللہ البالغہ پر عمل کرے۔ یہ لوگ شافعیہ کی طرح رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے۔ جیسا کہ سنن میں مروی ہے۔ اس سے دہلی کے عوام میں شورش پھیلتی رہی مگر حزب ولی اللہ کا کوئی عالم مولانا اسمٰعیل شہید اور ان کی جماعت پر معترض نہ ہوسکتا تھا'' ﴿شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک طبع ثانی ص ۱۰۵ بحوالہ اہلحدیث اور سیاست ص: ۵۹﴾

خود سید احمد بریلوی شہید اپنے قافلہ سے فرماتے:

''حدیث صحیح کے بالمقابل کسی بھی مجتہد کی تقلید ہرگز مت کرو اور اہل حدیث کو اپنا پیشوا بناؤ، ان سے محبت وعقیدت رکھو، نیز تقلید از گردن خود دریافت انداخت، اپنی گردن سے تقلید پرستی کا قلادہ اتار پھینکو اور لشکر محمدی سے منسلک ہوجاؤ''

﴿صراط مستقیم ص: ۶۳ بحوالہ ضمیر کا بحران ص: ۳۹۱﴾

﴿۲﴾ دوسری شخصیت سید نذیر حسین محدث دہلوی کی ہے جنھوں نے نصف صدی تک شاہ ولی اللہ کی مسند تدریس پر فائز رہ کر کتاب وسنت کی شمع برصغیر کے ہر علاقے میں

بلکہ بیرون ملک تک روشن کردی.

ان دونوں بزرگ ہستیوں کے ارشد تلامذہ کے دلوں میں ایک اجتماعی پلیٹ فارم کے قیام کا جذبہ ہمیشہ کارفرما رہا.

سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد رشید مولانا محمد حسین بٹالوي نے اس جماعت کے افراد کو ہندوستان پر قابض فرنگیوں کے چنگل اور جبر واستبداد سے نکالنے اور بچانے کے لئے حکومت وقت کے نزدیک وہابی نام کے بجائے اہل حدیث نام انتخاب کر کے پیش کیا۔ کیونکہ فرنگیوں۔ ہندوؤں اور خود جماعت کے مخالف مسلمانوں نے اس جماعت کا رشتہ نجد کی وہابی تحریک سے جوڑ کر اس کو بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہا کہ فرنگیوں کے نزدیک وہابی کا لفظ باغی کے ہم معنی تھا.

لیکن اس جماعت کی اعلی پیمانے پر باضابطہ تشکیل کی دو کوششیں ہوئیں۔ پہلی کوشش کے بارے میں مولانا محمد فضل الرحمٰن سلفی لکھتے ہیں:

,,مولانا ﴿عبد العزیز رحیم آبادی﴾ مرحوم اگر ایک طرف تبلیغ اور مسلک عمل بالحدیث کی نشر و اشاعت میں مشغول تھے تو دوسری طرف جماعت کو ایک لڑی میں پیرو کر رکھنے کی بھی فکر میں تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جب بھی اس دور کے علمائے کرام کسی مقام پر اکٹھا ہوئے تو اس اہم مسئلہ پر بحث وتمحیص ضرور ہوتی اور اس کی صورتوں پر غور ہوتا۔ اس سلسلہ میں اس وقت جبکہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس قائم نہیں ہوئی تھی۔ ایک اجتماع مدرسہ احمدیہ آرہ میں اتفاقی طور پر ہوگیا۔ تو وہیں یہ مسئلہ چھیڑا گیا۔ اور آخر یہ طے پایا کہ سردار جماعت کا انتخاب ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مولانا ابومحمد ابراہیم صاحب آروی باتفاق سردار منتخب کر لئے گئے۔ اس انتخاب کا تعلق تنظیم جماعت سے تھا۔ تحریک مجاہدین کی طرف سے امیر الگ موجود تھے...... مولانا آروی مرحوم جب ہجرت کر کے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے تو جس طرح مدرسہ احمدیہ کے اہتمام کا کام

مولانا کو سونپ گئے یہ سرداری بھی حوالہ کر گئے۔اس لئے مولانا آروی کے بعد اس ذمہ داری کو انجام دیتے رہے...... یہاں تک کہ مولانا مرحوم خود اپنے رب سے جا ملے

﴿مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی حیات وخدمات.ص:۵۵-۵۶﴾

دوسری کوشش کے روح رواں ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری ہوئے جنہوں نے اپنے ہفت روزہ اخبار ,,اہلحدیث'' کے ذریعے بابار جماعت کے افراد خاص کر علماء کو جماعت کی تنظیم کی ددعوت دی۔ جیسے اخبار کے مجریہ ۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اندر آپ نے تحریر فرمایا:

,,اگر آپ حضرات اس تحریک کے مؤید ہیں تو بہت جلد اس کے متعلق اپنی آراء سے مطلع فرمائیں تاکہ آرہ کے جلسہ میں جو ماہ شوال میں ہونے والا ہے۔جس میں علماء اہل حدیث کی خاصی جمعیت ہوتی ہے یہ تجویز پیش ہوکر پاس ہو جائے اور مناسب قواعد وضوابط تیار ہوکر اہلحدیث کانفرنس کی بنیاد رکھی جائے''۔

﴿دستور اساسی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند.ص ۵﴾

اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جماعت کے ربانی علماء نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور بھرپور الفاظ میں تائید کی۔جیسے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے لکھا:

,,۲۶/اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اخبار اہلحدیث میں آپ نے اعلان فرمایا: پرچہ اہلحدیث میں کانفرنس کا مضمون میں نے دیکھا میں اور میرے احباب اس میں متفق ہیں بلاشبہ اچھی تجویز ہے۔ جناب حافظ عبداللہ صاحب کو بھی اتفاق ہے۔ جناب شاہ عین الحق صاحب اور مولوی عبدالحکیم صاحب بھی علی ہذالقیاس اتفاق کریں گے والسلام'' ﴿مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی حیات وخدمات.ص:۵۸﴾

اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے تحریر فرمایا:

,,اہلحدیث کانفرنس کی بابت جو رائے قرار پائی ہے اس کے ساتھ میں بھی اتفاق کرتا

ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا اچھا اثر بخشے نہایت خوشی کی بات یہ ہے کہ جلسہ مذاکرہ علمیہ آرہ بھی عنقریب ہے۔اس اہل حدیث کانفرنس کا انعقاد اس جلسہ میں ضرور بالضرور ہونا چاہئے ۔ورنہ اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔ ﴿اہلحدیث ۱۴/ دسمبر ۱۹۰۶ بحوالہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی حیات وخدمات ص:۵۵-۵۶﴾

اس طرح جماعت کی باضابطہ تنظیم وتشکیل کے لئے جب ہر طرف سے تائید ہوئی تو اس کے لئے مدرسہ احمدیہ آرہ کے مذاکرہ علمیہ کے جلسہ کو مناسب سمجھا گیا جو ۲۲۔۲۳ دسمبر ۱۹۰۶ء کو منعقد ہونے والا تھا۔چنانچہ مولانا محمد فضل الرحمٰن سلفی لکھتے ہیں:

,,۲۲۔۲۳ دسمبر ۱۹۰۶ء جلسہ مذاکرہ علمیہ کے انعقاد کی تاریخ مقرر ہوئی تھی۔اس موقع پر ہندوستان کے تمام چوٹی کے علمائے اہلحدیث کا اجتماع ہوا۔اور باتفاق آراء کانفرنس کی تجویز منظور ہوگئی۔اور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے ۔اسی مجلس میں پورے ہندوستان میں تنظیم جماعت کی ذمہ داری تین افراد پر ڈالی گئی۔ جس کے میر کارواں مولانا ﴿عبدالعزیز رحیم آبادی﴾ مرحوم تھے۔باقی دو افراد مولانا ثناءاللہ صاحب اور مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی تھے‘‘

﴿مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی حیات وخدمات ص:۵۹﴾

اور مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے دستور اساسی کے مقدمہ میں اس کاروائی کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

,,اس تحریک کی پرزور تائید ہوئی اور آخر ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء مدرسہ احمدیہ آرہ صوبہ بہار کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ,,اہل حدیث کانفرنس‘‘ نام کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔جس میں ,,آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس‘‘ کی تاسیس عمل میں آئی۔اور فخر الامثال۔بقیۃ السلف۔امام۔علامہ حافظ عبداللہ غازی پوری کانفرنس کے صدر اور نازش مسلک سلف۔شیر پنجاب حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری ناظم مقرر ہوئے۔اور ایک

باضابطہ پروگرام کے تحت تبلیغی دورے شروع ہوئے اور دین خالص کی نشرو اشاعت کا کام جاری ہوا۔اور الحمدللہ ان کی جدو جہد بار آور ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششیں مشکور فرمائیں۔اس سے مسلک سلف اور تحریک اہل حدیث کو بڑا عروج وفروغ حاصل ہوا۔''

﴿دستور اساسی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ص:۵﴾

دعوت کا کام جلسہ مذاکرہ علمیہ اور آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے پلیٹ فارم سے عوامی سطح پر ہوتا رہا۔لیکن شومی قسمت کہ مدرسہ احمدیہ آرہ جو جماعت کا سب سے پہلا باضابطہ علمی ادارہ ۱۸۸۰ء میں قائم ہوا تھا۔ناگفتہ بہ حالات کی بنا پر بند ہوگیا۔مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے اسے دربھنگہ منتقل کر کے احمدیہ سلفیہ میں ضم کر دیا۔جو آج تک دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریہ سرائے دربھنگہ کے نام سے علمی فریضہ انجام دے رہا ہے۔ساتھ ہی سلف کی یادگار مذاکرہ علمیہ کا جو جلسہ آرہ میں ہوا کرتا تھا وہ بھی یہاں منتقل ہوکر دعوت کا فریضہ انجام دینے لگا۔جس کا جلسہ آج بھی ہر تین سال پر ہوا کرتا ہے.

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کو دہلی کی جماعت کے اکابر تجار سے بڑے گہرے تعلقات تھے۔جن میں جناب عبدالرحمٰن اور عطاالرحمٰن برادران خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔مولانا نے ان کے سامنے دہلی میں جماعت کے ایک مرکزی ادارے کے قیام پر زور دیا جو ان کی وفات ﴿۱۹۱۸ء﴾ کے بعد دہلی کے محلّہ ہندوارہ میں دارالحدیث رحمانیہ کے نام سے ۱۹۲۱ء میں قائم ہوا.

اس تیز گامی سے جماعت کے دعوتی اور علمی کام پر بھرپور طریقے پر انجام پاتے رہے کہ ۱۹۴۷ء میں ملک دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ملک کی ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئی۔انسانی جانوں کی ہلاکت و بربادی کے ساتھ اداروں اور تنظیموں کی بنیادیں بھی

ہل گئیں اور برسوں ان کے اندر استقرار نہ آ سکا۔ تحریک اہلحدیث بھی بدیہی طور پر اس تاریخی عمل کا بری طرح شکار ہوئی۔ تحریک کے بانی اور مناظر قائد ابوالوفاء ثناء اللہ کا پریس۔ اکلوتا بیٹا عطاء اللہ۔ کتب خانہ۔ اہل حدیث اخبار سب کچھ فسادیوں کی نذر ہو گیا۔ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ جو تحریک کا مرکزی ادارہ تھا وہ بھی بند ہو کر غیروں کے قبضہ میں چلا گیا۔ اور اس کا کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی کو منتقل ہو گیا۔ محدث وقت شمس الحق ڈیانوی کی حویلی میں علاقے کے مسلمانوں نے پناہ لی۔ ان کے کتب خانے کے اوراق کو پناہ گزینوں نے اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے بطور جلاون استعمال کیا۔ باقی ماندہ سرمایہ بعد میں چل کر پٹنہ کی خدابخش لائبریری کا حصہ بنا۔ پتہ نہیں اس طرح کے کتنے زخم جماعت کو لگے۔ زخم بھرتے بھرتے برسوں لگ گئے کہ علامہ عبدالوہاب آروی کی رہنمائی میں تحریک کے غیور علماء نے ان ٹوٹے دلوں۔ زخم خوردہ سینوں اور بکھرے دانوں کو سمیٹنے کی کوشش کی۔ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا اجلاس ہونا شروع ہوا۔ جس میں ۱۹۶۱ء کے نوگڈھ کا اجلاس جماعت کی نشأۃ ثانیہ کے لئے سنگ میل ثابت ہوا۔ اس کی قراردادوں کا سب سے عمدہ ثمرہ جامعہ سلفیہ بنارس ہے۔ جس کی بنیاد ۱۹۶۳ء میں پڑی اور تعلیم کا آغاز ۱۹۶۶ء میں ہوا۔ کانفرنس کے مختلف اجلاسوں میں جماعتی تنظیم کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔ دعوتی اور علمی کاموں کے فروغ کے لئے کوششیں کی گئیں۔ وقت کے تقاضے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کانفرنس کو مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کا نام دیدیا گیا۔ جمعیت کے دستور اساسی کے مقدمہ میں درج ہے:

,,تنظیم اور تسہیل کار کے لئے گاہے بگاہے یہ ضرورت محسوس ہوتی رہی کہ دستور جمعیت میں ضروری حذف و اضافہ یا ترمیم ہو۔ اسی ضرورت کے پیش نظر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اجلاسہائے مجلس عاملہ منعقدہ ۱۸۔۲۰ جنوری ۱۹۵۷ء بمقام دہلی۔ اجلاس منعقدہ ۲۴۔ ۲۶ نومبر ۱۹۶۲ء بمقام دہلی۔ اجلاس منعقدہ ۳۰ اگست ۱۹۷۱ء بمقام

بنارس اور اجلاس منعقدہ ۱۲۔۱۳ اپریل ۱۹۷۷ء بمقام دہلی میں کئی بار ترمیمات پیش ہو کر منظور ہوئیں۔ اس دوران آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کو ,,مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند'' سے موسوم کیا گیا اور انھیں خطوط پر کام چلتا رہا۔''

﴿دستور اساسی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔ص:٦﴾

اب اس نئے نام اور دستور کے مطابق پورے ہندوستان میں جمعیت کا کام ہونے لگا۔ دہلی میں اس کا مستقل دفتر۔ جریدہ ترجمان۔ مکتبہ ترجمان اور دیگر شعبہ جات اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں. الحمدللہ المنۃ۔

نئے تقاضوں اور بڑھتی ہوئی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ارباب جماعت نے ابوالفضل انگلو۔نئ دہلی میں نئے کمپکس کی تعمیر شروع کر دی ہے جو ابھی تشنہ تکمیل ہے اور اہل خیر کے نظر کرم کی منتظر ہے۔

ملک کی تقسیم کے بعد اسی طرح کی کوشش پاکستان میں ہوئی۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس پلیٹ فارم سے مولانا محمد حنیف ندوی۔ مولانا سید داؤد غزنوی۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی اور دیگر ربانی علماء کی کوششوں سے جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا سنگ بنیاد اپریل ۱۹۵۵ء میں رکھا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں فیصل آباد کی اہل حدیث جامع مسجد میں اس کی تعلیم کا عارضی آغاز ہوا۔ اور ۱۹۵۸ء میں اس ادارے کو اسکی اصل بلڈنگ میں منتقل کر دیا گیا.

گویا اس طرح تقسیم ہند کے بعد تحریک کے متوالوں نے تحریک کے دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے دو بدل جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی شکل میں اپنی نئ پود کی آبیاری کے لئے پیش کر دئے۔ اللہ تعالی ان دونوں علمی باغوں۔ ان کے نونہالوں اور کارناموں کو قائم دائم رکھے. آمین.

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا ☆ جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

# تحریک اہل حدیث کا مسلک

درحقیقت دور نبوی اور دور صحابہ کے بعد آہستہ آہستہ امت اسلام میں دین کی سمجھ اور تعلیم وتربیت کے لئے تین بنیادی فنی طریقے رائج ہونے لگے:

﴿۱﴾ عقیدہ براہِ علم کلام .﴿۲﴾ فقہی مسائل براہِ ائمہ.﴿۳﴾ تصوف بنام تزکیہ و احسان.

## ﴿۱﴾ عقیدہ براہِ علم کلام

یونانی علم کلام سے متأثر ہوکر اسلام کے دعویداروں نے اسلامی عقیدہ کو تعقل کی راہ سے سمجھنا چاہا، نتیجۃً قدریہ، مرجیہ، معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ جیسے گمراہ فرقوں کا وجود عمل میں آیا، اور وہ دین اسلام سے خارج ہوگئے.

اہل سنت والجماعت کے نام سے جن اہل اسلام نے عزیمت کی راہ اختیار کی، ان کے یہاں بھی اشعریت اور ماتریدیت کی راہ سے اسلامی عقیدہ میں تعقل پسندی نے اپنا اثر دکھلایا.

جو فرقے اپنی فکری آوارگی اور تعقل پسندی کی وجہ سے دین اسلام سے خارج ہوگئے، راقم السطور ان پر کچھ لکھنا اپنی بات کو طول دینا سمجھتا ہے، ہمارے جن قارئین کو ان گمراہ فرقوں کی حقیقت جاننے سے دلچسپی ہو وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی ''منہاج السنۃ'' شہرستانیؒ کی ''الملل والنحل'' اور ابن حزمؒ کی ''الفصل'' وغیرہ کتابوں کی طرف رجوع کریں، ویسے بھی ان فرقوں کا وجود ان ناموں سے معدوم ہوچکا ہے، اور معدوم شئ کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں، ہاں ہمارے اردو قارئین اس سلسلے میں قادیانیت، بریلویت، اور شیعیت وغیرہ پر لکھی گئی کتابوں سے اپنی عقل وفکر کو غذا بخش سکتے ہیں.

اشعری اور ماتریدی دونوں فرقوں کی تعقل پسندی کا اثر اہل سنت والجماعت

کے بعض گروہوں پر رہا ہے اور قدرے اب بھی باقی ہے، اس لئے ان کی قدرے وضاحت کر دینا ضروری ہے۔

﴿ا﴾ أشعری:

أشعری فرقے کے بانی خواجہ ابو الحسن اسماعیل بن علی الأشعری ہیں، جن کا سلسلۂ نسب نو پشتوں سے ابو موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، ان کی ولادت بمقام بغداد ۳۳۰ھ میں ہوئی، یہ دراصل فکرِ اعتزال کے حامل تھے، انہوں نے تقریباً چالیس سال تک رئیس المعتزلہ ابو علی جبائی سے علم کلام کی تعلیم حاصل کی، لیکن توفیق الٰہی سے فکر اعتزال سے تائب ہو کر اہل سنت والجماعت سے آ ملے، اور عقلی دلائل سے معتزلہ اور اس جیسے گمراہ فرقوں کی تردید میں اپنے علم کلام کا سارا زور صرف کیا۔

گرچہ انہوں نے اپنے تئیں ہر ممکن کوشش کی کہ عقیدہ کے باب میں سب سے اہم شخصیت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی پیروی کریں، جیسا کہ انہوں نے اس امر کا دعویٰ اپنی کتاب ''الابانۃ عن أصول الدیانۃ'' میں کیا ہے، جو حال ہی میں سعودی عرب سے شیخ بن باز رحمہ اللہ کی تقریظ کے ساتھ شائع ہوئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کوشش کے باوجود چالیس سالہ اعتزالانہ زندگی کے بعض اثرات ان پر باقی رہے، ان کے علم کلام کے عقلی دلائل کو بدیہی طور پر اہل سنت والجماعت کے درمیان بڑا فروغ ملا، علامہ غزالی رحمہ اللہ صاحب ''احیاء علوم الدین'' اور علامہ رازی رحمہ اللہ صاحب ''التفسیر الکبیر'' جیسے فلسفہ و حکمت کے عباقرۂ روزگار نے ان کی فکر کو غذا بخشی، مجاہد الاسلام سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی سطوت و جلال نے ان کی فکر کو پروان چڑھایا، اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ تینوں شخصیات شافعی مکتب فکر کی حامل تھیں۔

﴿ب﴾ ماتریدی:

اس فرقے کے بانی منصور بن محمد بن محمد ہیں، جو خواجہ ابو الحسن الأشعری کے ہم عصر

ہیں، سمرقند کی ایک بستی ''ماتریدہ'' میں پیدا ہوئے، اور علم کلام میں کمال حاصل کیا جو مسلکاً حنفی تھے، انہوں نے بھی معتزلہ اور اس جیسے دیگر گمراہ فرقوں کی تردید میں اپنا پورا زورِ کلام صرف کیا، لیکن ان کی فکر کو غذا بخشنے کے لئے علامہ غزالیؒ اور علامہ رازیؒ جیسی شخصیات پیدا نہ ہوسکیں، اور نہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسی قوت وسطوت کی انہیں حمایت حاصل ہوسکی، لہذا! اشاعرہ کی طرح ماتریدیہ کو فروغ نہ مل سکا۔

حاصل کلام یہ کہ ان دونوں ماہرین علم کلام نے اہل سنت والجماعت کے پلیٹ فارم سے اسلام کے نام پر پیدا ہونے والے گمراہ فرقوں کی تردید عقل وبرہان کی روشنی میں خوب خوب کی، لیکن بعض مسائل میں تعقل پسندی کے شکار ہوگئے، یہاں پر راقم السطور صرف اس قبیل کی ایک مثال دیکر اپنی بات آگے بڑھائیگا۔

عقیدے کے باب میں ''الاستثناء'' کی بحث اہل علم کے نزدیک بہت ہی معروف ومشہور ہے، یعنی شافعی مکتب فکر کے یہاں ''أنا مؤمن ان شاء اللہ'' میں ان شاء اللہ مومن ہوں کہنا درست اور صحیح ہے، اس لئے کہ ایمان کا اصل اعتبار خاتمہ بالخیر پر ہے، کیوں کہ اگر کوئی شخص اپنی وفات کے پہلے ایمان کا منکر ہوگیا تو وہ مومن نہ رہا، اس کے برعکس حنفی مکتب فکر کے نزدیک ''أنا مؤمن ان شاء اللہ'' کہنا درست نہیں ہے، کیوں کہ ایک مومن یہ جملہ کہہ کر اپنے ایمان میں شک پیدا کرتا ہے، اور ایمان میں شک پیدا کرنا حرام ہے، بلکہ ترک ایمان کو دعوت دینا ہے، ان دونوں آراء کے بیچ کی رائے کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہے وہ یہ کہ جس نے اپنے ایمان کو مشیئت الٰہی کے تابع ہونے کی نیت سے یہ جملہ کہا تو درست ہے، اور اگر کسی نے شک کی نیت سے یہ جملہ کہا تو غلط ہے، اس بیچ کی راہ کو عقیدہ کے باب میں تحریک اہلحدیث نے اختیار کیا، اور امام احمد بن حنبلؒ کے مسئلۂ اثبات اور عدم تفویض کو گلے سے لگایا کہ جو امر کتاب اللہ اور سنت رسول میں جس طرح ذکر ہوا ہے، اسے بلا کسی تحریف وتعطیل، تشبیہ وتمثیل

اور تجسیم کے مان لیا جائے، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ''الرحمٰن علی العرش استویٰ'' ﴿طہ:۵﴾ یعنی اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے۔

استواء کی کیفیت معلوم نہیں، ہاں اللہ کی ذات بلند و بالا ہے، اس کے متعلق یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ عرش پر پر مستولی اور متمکن ہے، کیوں کہ اس کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول سے کوئی دلیل نہیں، بلکہ شرعی نصوص اللہ کی علویت اور عرش پر مستوی ہونے کو واضح کرتی ہیں۔

اس سلسلے میں ''مذہب السلف أسلم و مذہب الخلف أعلم'' کہنا یعنی سلف صالحین کا مذہب زیادہ درست اور صحیح ہے اور متأخرین کا مذہب علم و عرفان کا زیادہ حامل ہے، ایک موہوم، خیالی اور امت اسلام کو دھوکہ میں ڈالنے والی بات ہے، اس لئے کہ جو چیز زیادہ درست اور صحیح ہے اسی کی اتباع میں امت اسلام کی اصلاح و نجات ہے، اور اللہ کے رسول کی حدیث ''خیر القرون قرنی....ہمیں اسی امر کی تعلیم دیتی ہے، اور امام مالک بن انسؒ کا یہ قول ''لن یصلح آخر ھذہ الأمۃ الا بما صلح بہ أولھا'' اس امت کے متأخرین کی اصلاح اسی امر یعنی کتاب و سنت سے ہوسکتی ہے جس کے ذریعے سلف صالحین کی اصلاح ہوئی تھی۔

اگر متأخرین کے علم کو سلف صالحین کے علم سے اعلیٰ وارفع مان لیا جائے تو اس سے ان کے علم کی توہین لازم آتی ہے۔

لہٰذا حق اور درست بات یہ ہے کہ سلف صالحین کے مذہب کے اسلم کی طرح ان کا علم بھی اعلم تھا۔

## ﴿۲﴾ فقہی مسائل از راہ ائمہ

فقہی مسائل کی تفہیم و تفریع کے لئے امت اسلام کے مشہور و معروف فقہی مکاتب فکر نے اصول و ضوابط مقرر کیئے، جنہیں ''علم فقہ'' کی دنیا میں ''اصول فقہ'' کے نام

سے یاد کیا جاتا ہے، جیسے:

﴿۱﴾ حنفی مکتب فکر کے یہاں ''اصول الشاشي'' اور اس جیسی دیگر کتابیں.

﴿۲﴾ مالکی مکتب فکر کے یہاں ''تنقیح الفصول'' اور اس جیسی کتابیں.

﴿۳﴾ شافعی مکتب فکر کے یہاں ''الرسالة'' اور اس جیسی دیگر کتابیں.

﴿۴﴾ حنبلی مکتب فکر کے یہاں ''روضة الناظر'' اور اس جیسی کتابیں.

اور ہر مکتب فکر نے اپنے ان مقرر کردہ اصولوں پر فقہی مسائل کی تفریع کی اور ''فنِ فقہ'' میں بڑی بڑی کتابیں لکھیں. جیسے:

﴿۱﴾ الهداية اور اس جیسی دیگر کتابیں فقہ حنفی میں.

﴿۲﴾ المدونة الکبریٰ اور اس جیسی کتابیں فقہ مالکی میں.

﴿۳﴾ المجموع شرح المهذب اور اس جیسی کتابیں فقہ شافعی میں.

﴿۴﴾ المغني اور اس جیسی دیگر کتابیں فقہ حنبلی میں.

گرچہ ان مکاتب فکر نے فقہی مسائل کی تفریع کے وقت اصل مأخذ کتاب وسنت ہی کو بنایا، لیکن اس راہ میں ان کے اصولوں کے خلاف کوئی ارشاد رسول پڑا تو اس کی تاویل کردی یا اسے منسوخ مان لیا، اس راہ میں حنفی مکتب فکر نے دیگر مکاتب فکر کے مقابلے میں اپنا کچھ زیادہ ہی زور صرف کیا، حتیٰ کے ان کے بعض بڑے فقیہوں نے یہاں تک کہدیا ''کل آية أوحديث يخالف ما عليه أصحابنا فهو مؤول أو منسوخ''. یعنی ہر وہ آیت قرآنی اور حدیث نبوی جو ہمارے مکتب فکر کے خلاف ہو وہ یا تو مؤول یا منسوخ ہے.

یہ قول حنفی مکتب فکر کے مشہور و معروف اصولی فقیہ امام کرخیؒ کا ہے، لہذا! راقم السطور یہاں پر اسی مکتب فکر کے اصولوں پر تفریع کیا گیا ایک مسئلہ بطور مثال قارئین کی خدمت میں پیش کریگا، جس سے انہیں اس امر کا صحیح اندازہ ہو سکے گا:

حنفی مکتب فکر کے فقہ کا ایک اصولی قاعدہ ہے: ''الخاص لا یحتمل البیان لکونہ بیّنا'' یعنی جو لفظ خاص ہو وہ کسی بیان کا محتاج نہیں کیوں کہ وہ خود واضح ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''ارکعوا واسجدوا'' میں وارد الفاظ رکوع اور سجدہ خاص ہیں، اور جن کے معانی واضح ہیں یعنی رکوع کے معنی جھکنا اور سجدہ کے معنی پیشانی زمین پر ٹیکنا، لہذا اگر کوئی شخص حالت نماز میں رکوع کرتے ہوئے صرف جھک گیا اور سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی کو صرف زمین سے چھ کر دیا تو اس کے رکوع اور سجدے دونوں ارکان ادا ہو گئے، تعدیل یعنی رکوع اور سجدہ کو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا ضروری نہیں، لہذا تعدیل کو نماز کے ارکان کے ساتھ ملحق کرنا درست نہیں، اس کے برعکس امام شافعیؒ کے نزدیک تعدیل رکوع اور سجدہ کی طرح نماز کا ایک رکن ہے، کیوں کہ اس سلسلے میں اللہ کے رسول نے نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا ہے:

''ثم ارکع حتیٰ تطمئن راکعاً ،ثم ارفع حتی تستوي قائما،

ثم اسجدحتیٰ تطمئن ساجدا،ثم ارفع حتی تطمئن جالسا''

﴿البخاری و مسلم﴾

پھر تم اطمینان سے رکوع کرو، پھر اچھی طرح سر اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر اطمینان سے سر اٹھا کر بیٹھ جاؤ۔

یہ اسی حدیث کا ایک حصہ ہے جس میں اللہ کے رسول نے ایک اعرابی کو جلدی جلدی نماز ادا کرنے پر تنبیہ فرمائی تھی:

'' ارجع فصل فانک لم تصل''﴿البخاری و مسلم﴾

لوٹ کر پھر نماز پڑھو کہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں

نیز اللہ کے رسول اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

''لاتجزي صلاۃ لا یقیم فیھا الرجل صلبه في الرکوع و

السجود"﴿صحیح الجامع. . رقم الحدیث: ۷۲۲۵﴾
آدمی کی وہ نماز مقبول نہیں ہے جس میں اس نے رکوع اور سجدہ کے درمیان اپنی پیٹھ کو سیدھی نہ کی.

گرچہ حنفی مکتب فکر کے مقابلے میں دیگر فقہی مکاتب فکر کے یہاں کتاب وسنت کی نصوص کی تاویل وتنسیخ کی مثال کم ملتی ہے یا نہیں ملتی، کیوں کہ درحقیقت قرون اولیٰ کے آخری دور تک دو ہی مکاتب فکر کا وجود عمل میں آسکا تھا، ایک اصحاب الحدیث اور دوسرے اہل الرائے، اصحاب الحدیث میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ آجاتے تھے، بعد میں چل کر ان کے شاگردوں نے ان کے یا اپنے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں مسائل کی تفریع کی کثرت دکھلائی، لیکن گروہِ محدثین اور اہل حدیث نے قرون اولیٰ کی طرح ہمیشہ کتاب وسنت کو حرز جاں بنائے رکھا، اور اس راہ میں خاص مروجہ فقہی اصول وقواعد کی پرواہ نہ کی، بلکہ براہِ راست کتاب وسنت سے حسب ضرورت مسائل کا استنباط واستخراج فرمایا، لیکن ساتھ ہی فقہی مکاتب فکر کے اماموں کا بہرطور احترام ملحوظ خاطر رکھا، اور ان کی آراء اور اصول وضوابط سے بہرامکان استفادہ کیا، نیز اس راہ کی ہر اس کوشش کو گلے سے لگایا جو مذہبی تعصب سے ہٹ کر اعتدال پسندی، کتاب وسنت کی اشاعت اور وحدت امت کے لئے کسی بھی پلیٹ فارم سے کی گئی، جیسے اصول فقہ میں "ارشاد الفحول الی تحقیق علم الأصول لمحمد علی الشوکانی" "اصول الفقہ لمحمد خضری بک" مذکرۃ في أصول الفقہ للشنقیطی" اور تیسیر الأصول لحافظ ثناء اللہ الزاھدی، اور تاریخ تشریع اسلامی میں "تاریخ التشریع الاسلامی لمحمد خضری بک" اور" الوجیز في أصول التشریع الاسلامی للدکتور محمد حسن ہیتو" اور علم فقہ میں "بدایۃ المجتھد و نہایۃ المقتصد لابن رشد، الروضۃ الندیۃ لنواب صدیق حسن خاں اور فقہ السنۃ للسید سابق وغیرہ.

## ﴿۳﴾ تصوف بنام تزکیہ واحسان

تزکیہ واحسان کی راہ سے دینی بصیرت ومعرفت کے حصول کی خاطر تصوف کا فن ایجاد ہوا، اس کے سالکین نے دعویٰ کیا کہ

”تصوف ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن جن حضرات کو اس کے صحیح حاملین اور اس راہ کے معتبر اور صحیح رہنماؤں کی صحبت وزیارت کی توفیق نہیں ہوسکی ان کے سامنے تصوف کی اصطلاح ایک معمہ اور چیستاں بن کر رہ گئی“

”تصوف وسلوک ایک الہامی نظام ہے“

”یہ وہ شعبہ ہے جس کا تعلق قال سے کم اور حال سے زیادہ ہے، یہ شنیدن سے زیادہ چشیدن ہے“

”اس گروہ کی افادیت اور اس کی خدمات سے انکار یا تو وہ شخص کریگا جس کی تاریخ اسلام پر نظر نہیں یا جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے“

﴿تعمیر ملت۔ مفکر اسلام نمبر ص: ۲۸/۲۹/۳۰ مجریہ ۱۰/جولائی تا ۲۵/اگست ۲۰۰۰ء﴾

علامہ اقبالؒ جیسے دور اندیش نے انہی کی زبان میں بات کی، یا انہوں نے ان کی زبان میں بات کی:

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اب راقم السطور اس الہامی نظام اور حال وقال کی حقیقت کو جاننے کے لئے تاریخ اسلام پر نظر ڈالنا چاہتا ہے تاکہ آنکھوں پر بندھی تعصب کی پٹی کھل جائے اور تزکیہ و احسان کے نور سے شاید دل منور ہو جائے۔

تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ ایران وعراق اور جزائر و مصر کی راہ سے دوسری صدی ہجری میں اسلام کے نام پر تصوف کو غذا ملنی شروع ہوئی، لیکن اس فن کی باضابطہ تشکیل قرون اولیٰ کے بعد ہوئی، جس کی وضاحت تصوف کے مشہور و معروف سلسلوں کے بانی سالکین کی تاریخ پیدائش اور ان کی اس راہ کی کوششوں یا ان کے شاگردوں کی کوششوں سے بخوبی ہوجاتی ہے.

امت اسلام میں اس راہ کے چھ سلسلے زیادہ معروف ومشہور ہیں، پھر ان کی سیکڑوں شاخیں بطور خانقاہی نظام عالم اسلام بلکہ دنیا کے خطے خطے میں قائم ہیں، راقم السطور ان میں سے صرف چھ مشہور اور بنیادی سلسلوں پر قدرے روشنی ڈال کر اپنی بات کو آگے بڑھائے گا،:

﴿ا﴾ سلسلۂ قادریہ

یہ سلسلہ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے، اور جن کے تصوف وتقشّف کی بساط سرزمین بغداد سے شروع ہوکر دنیا میں پھیل گئی، وہ سنت الٰہی کے مطابق ۵۶۱ھ میں وفات پاکر وہیں مدفون ہوئے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ حنبلی مسلک کے حامل تھے، لیکن ان کے تزکیہ واحسان سے زیادہ تر حنفی مسلک کے ماننے والے مستنیر ہیں، گویا اس راہ میں فقہی مکتب فکر کے وجوب کی بندش توڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ ایک سالک کے لئے اس راہِ سلوک پر چلنا بہتر واولی اور اصل دین وایمان ہے.

﴿ب﴾ سلسلۂ نقشبندیہ

اس سلسلے کے بانی بہاء الدین محمد بن احمد فاروقیؒ ہیں، جن کے تزکیہ واحسان کا چشمہ سمرقند وبخاریٰ سے جاری ہوا اور جس سے ترکیا، ترکستان اور ہندوستان کے صاحب دلوں نے اپنے دلوں کو خوب روشن کرنے کا دعویٰ کیا ہے، ان کی وفات

۵۹۱ھ میں ہوئی.

﴿ج﴾ سلسلۂ سہروردیہ

اس سلسلے کے بانی عمر بن محمد شہاب الدینؒ ہیں سہرورد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۶۳۲ھ میں وفات پائی، یہ شافعی مسلک کے حامل تھےاور بغداد ہی کی سرزمین سے ان کے وجدوحال کی کیفیات کی کرشمہ سازیاں شروع ہوئیں.

﴿د﴾ سلسلۂ رفاعیہ

اس سلسلے کے بانی ابوالعباس احمد الحسنیؒ ہیں، عراق میں پیدا ہوئے اوراسی کی ایک بستی ''ام عبید'' میں ۵۷۸ھ میں وفات پائی، یہ بھی شافعی مسلک کے حامل تھے، اوران کے تزکیہ واحسان کی چادر بھی پہلے پہل عراق کی زرخیز سرزمین پر بچھی، اور جس کی روشنی آہستہ آہستہ عالم عرب میں خاص کر اور دنیا کے دیگر خطوں میں عام طور پر پھیل گئی.

﴿ھ﴾ سلسلۂ تیجانیہ

اس سلسلہ کے بانی ابوالعباس احمدؒ فقہ مالکی کے حامل تھے، ان کی ولادت جزائر میں ہوئی، اوران کے وجدوحال اور تزکیہ واحسان کا براعظم افریقہ کے عربی ممالک میں خاص طور سے چرچا ہے، ان کی وفات ۱۲۳۰ھ میں ہوئی.

﴿و﴾ سلسلۂ چشتیہ

اس سلسلے کے بانی برصغیر کے مشہور ومعروف ولی نظام الدین اولیاء یعنی ولیوں کے ولی ۱۲۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۵ھ میں وفات پائی، یہ سلطان الاولیاء کے لقب سے ملقب ہوئے، اورانہی کے نام کی بستی نظام الدین میں ان کا مزار ہے.

فنِ تصوف کے یہ سارے سلسلے چھٹی صدی ہجری اوراس کے بعد تزکیہ واحسان اور زہدواستغنا کے نام پر باضابطہ قائم ہوئے، اور جس نے کشف وکرامات، مراقبہ والہام،

وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود اور فنا فی اللہ وغیرہ متصوفانہ اصطلاحوں کے ذریعے خلق خدا کے باطنی اصلاح کا بیڑا اٹھانے کا دعویٰ کیا۔

جب دوسری صدی ہجری کے اخیر میں امت کے کچھ افراد نے یونانی، ایرانی، ہندی جوگی پن اور یہود و نصاریٰ کی راہبانہ زندگی سے متأثر ہو کر اس راہ پر قدم رکھنا شروع کیا تھا تو امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دوررس نگاہوں نے اس کے خطرناک پہلوؤں کو بھانپ لیا تھا، اور اس سے امت کو دور رہنے کی تلقین اور اس راہ پر گامزن ہونے کو حماقت وسفاہت سے تعبیر فرمایا تھا: چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

”لو أن رجلاً تصوف أول النهار لا يأتي الظهر حتى يصير أحمق“

اگر کسی نے شروع دن میں صوفیانہ زندگی اختیار کر لی تو وہ دوپہر تک احمق ہو جائیگا۔

”ما لزم أحد الصوفيين أربعين يوما فعاد عقله“

جس کسی نے متواتر چالیس دن تک کسی صوفی کی صحبت اختیار کی تو اس کی عقل دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گی۔

اور امام السنہ احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

”حذروا من الحارث أشدّ التحذير، الحارث أصل البلبلة يعني في حوادث كلام جهم، ذاك جالسه فلان و فلان و أخرجهم الى رأى جهم مازال مأوىٰ أصحاب الكلام، حارث بمنزلة الأسد المرابط ا نظر أيّ يوم يثب على الناس“

﴿الفكر الصوفي في ضوء الكتاب و السنة. ص: ٦٨٣/ ٦٨٤﴾

حارث صوفی سے جہاں تک ہو سکے بچو، کیوں کہ وہ مصیبت کی جڑ ہے، جہم بن صفوان کے کلام کے حوادث کا شکار ہے، دیکھتے نہیں کہ فلاں اور فلاں اشخاص اس کے ہم جلیس ہیں، جس نے ان کو جہم بن صفوان کی رائے کا پابند بنا دیا ہے، جواب تک علم کلام والوں

کا ملجیٰ وماویٰ ہے، حارث کی مثال گھات میں رہنے والے شیر کی ہے، دیکھو وہ کس دن حملہ کرتا ہے.

امامانِ رشد و ہدایت کے ان تحذیری بیانات کے باوجود اوہام و وساوس اور خیالی دنیا کے صیادوں نے اپنی کمین گاہوں سے سادہ لوح مسلمانوں کے شکار کا عمل جاری رکھا، اور روز بروز اس میں ترقی ہوتی گئی، یہاں تک کہ چھٹی صدی ہجری تک فن تصوف کے مستقل سلسلے قائم ہوگئے، جس کا قدرے بیان اوپر ہو چکا ہے، پھر اس میں مزید ترقی ہوئی، اس کے لئے باضابطہ خانقاہیں قائم ہونے لگیں، سجادہ نشینی اور گدا نشینی کے دور کا آغاز ہوا، اسلام میں ایک ہی خلیفہ کی بیعت مشروع تھی، لیکن فن تصوف کے ہر سلسلے کی جانب سے سیکڑوں خلفاء مقرر کئے جانے لگے، اور ان کی بیعت مشروع قرار پائی، اس میں ایک قدم اور ترقی ہوئی اور بزرگانِ دین کی قبروں پر حاضری اور ان سے استفادے کا سلسلہ شروع ہوا، وہاں سے تبرکات کی تقسیم اور موئے مبارک کی رونمائی کا سلسلہ جاری ہوا، ہر بزرگ کی وفات پر ان کی خانقاہ میں واقع قبر پر سالانہ عرس کا نظام قائم کیا گیا، بجنشی اور اس قسم کی دیگر جنتریوں کو دیکھئے تو سال کے اکثر و بیشتر دنوں میں کسی نہ کسی بزرگ کے عرس کی تاریخ مقرر کی گئی ہے.

افسوس کہ جو قوم حرکت و عمل اور دنیا کی امامت و قیادت اور لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث کی گئی تھی، وہ عرسوں اور میلوں ٹھیلوں میں الجھ کر اپنی توانائیوں کو صرف کرنے لگی، دنیا کی حکومتوں نے عموماً ان کا ساتھ دیا اور دے رہی ہیں تاکہ وہ اطمینان سے دنیا پر اپنی مرضی کے مطابق حکومت کر سکیں.

اس امر کے لئے کتاب وسنت سے دلیلیں ڈھونڈ ھ نکالی گئیں، جیسے:

”واعبد ربک حتی یأتیک الیقین“ ﴿الحجر: ۹۹﴾

اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے.

اس آیت کے اندر واقع ''الیقین'' کا معنی موت ہے یعنی اے محمد آپ ہر حال میں اپنے رب کی عبادت وریاضت میں لگے رہیے اور دشمن اسلام کی پھبتیوں کی پرواہ نہ کیجیے، یہاں تک کہ موت آجائے لیکن صوفیا کی اصطلاح میں اس لفظ کا معنی دل کی راہ سے غیبی مشاہدہ ٹھہرا، جس کا نام شریعت میں قرآن کی معنوی تاویل وتحریف ہے.

''أن تعبد الله کأنک تراہ، فان لم تکن تراہ فانه یراک'' ﴿مسلم﴾

اللہ تعالی کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر ایسا نہ کرسکو تو بہرحال وہ تمہیں دیکھ رہا ہے.

اس ارشاد نبوی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی عبادت بندہ نہایت خشوع وخضوع اور اتقان واخلاص کے ساتھ کرے یہی احسان اور حسنِ عبادت ہے. لیکن صوفیا کی اصطلاح میں اس کا معنی نور بصیرت کے ذریعے مشاہدۂ حق کا متحقق ہونا قرار پایا.

اس یقین اور نور بصیرت نے صوفیا کے دلوں پر علوم واخبار غیبیہ کا الہام کرنا شروع کردیا، اس طرح کشف ومراقبہ کے ذریعے تصور شیخ، توجہ الی الشیخ، وحدۃ الشہود اور وحدۃ الوجود تک معاملہ پہونچ گیا، شاہد ومشہود ایک ہوگئے، ہر چیز اللہ ہوگئی اور اللہ ہر چیز ہوگیا، لہذا اس بنیاد پر ''أنا الحق'' میں ہی اللہ ہوں، ''ما فی جبتی الا اللہ'' میرے جبے میں ماسوا اللہ کے کچھ نہیں ہے، اور ''سبحانی ما أعظم شأنی'' میرے سبحان میری شان کتنی عظیم ہے وغیرہ کے نعرے خانقاہوں سے بلند ہونے لگے. العیاذ باللہ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
تیرے دین وادب سے آرہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

عشق مجازی اور عشق حقیقی کی اصطلاحیں گڑھی گئیں، اجرد امرد خوبرو حسین وجمیل

نوخیز نوجوانوں کو دیکھنا عشق مجازی ٹھرا اور پھر اس کے ذریعے عشق حقیقی یعنی اللہ کی ذات تک رسائی حاصل کی گئی، اس امر کی حقیقت کو جاننا ہو تو جلالی و رومی اور نظیری و فردوسی اور اس راہ کے دیگر شعراء کے فارسی کلام کو پڑھیے، قارئین کے تواضع کی خاطر راقم السطور اس باب سے فارسی کے دو تین اشعار ان کی نذر کرنا چاہتا ہے:

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا ☆ بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اگر وہ شیراز کا ترکی خوب رولڑکا ہمارے دل کو ہاتھ آ جائے تو میں اس کے ایک تل کے بدلے سمرقند و بخاریٰ کی سلطنت بخشنے کو تیار ہوں۔

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

اگر پیر مغاں یعنی گرو گھنٹال پیر و مرشد تجھے جائے نماز کو شراب سے آلودہ کرنے کو کہے تو کر ڈال، کیوں کہ وہ راہِ تصوف کا ایسا سالک ہے جو تصوف کی تمام منزلوں کی راہ و رسم سے بخوبی واقف ہے۔

تو و طوبیٰ و ما بقامت یار ☆ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

تجھے جنت مبارک ہو مجھے تو اپنے محبوب کی قد و قامت کا حسن و جمال ہی چاہیے، ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے اندازے سے ہوتی ہے۔

علامہ اقبالؒ نے بھی انہی کی زبان میں بات کی:

یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو

کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

کیوں کہ دراصل ان کی شاعری کا خمیر مغربی فلسفہ کے بعد ایرانی تصوف کی راہ سے ہی تیار ہوا تھا، گرچہ امت اسلام کے درد و سوز اور ان کے کلام کی بلندی نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک نیا پیغام اور جوش و ولولہ عطا کیا، لیکن ان کے کلام میں تصوف کی

گل کاری باقی رہی.

الحمد للہ گروہِ محدثین کی راہ پر گامزن تحریک اہل حدیث نے ان تینوں راہوں ﴿۱﴾ عقیدہ میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کی تعقل پسندی ﴿۲﴾ فقہی مسائل میں تقلید. ﴿۳﴾ فن تصوف میں کشف ومراقبہ کے الہامی نظام سے گریز کیا، اور خالص کتاب وسنت پر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح اپنے عقیدہ وعمل کی طرح ڈالی، جس کا نام مسلکِ تحریکِ اہل حدیث ہے، اس جرم میں اسے مختلف پلیٹ فارموں سے غدر وبے وفائی اور کفر وشرک کی گالیاں دی گئیں، جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے:

غدارِ وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر
پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ مومن پارینہ ہے کافر

حالانکہ انہوں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ ان کے پیش نظر کتاب وسنت کی یہ واضح نصوص موجود ہیں:

”یٰا أیها الذین آمنوا أطیعوا الله و أطیعوا الرسول و أولي الأمر منكم،فان تنازعتم في شیئ فردوه الی الله و الرسول ان كنتم تؤمنون بالله و الیوم الآخر ذلک خیر و أحسن تأویلاً“﴿النساء: ۵۹﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو! اور اولیاء الأمور کی، پھر کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ تعالی اور رسول اللہ کی طرف لوٹا دو! اگر تمہیں اللہ تعالی اور قیامت کے دن پر ایمان ویقین ہے، یہ بہت بہتر اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے.

”وما كان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضىٰ الله و رسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم، و من يعص الله و رسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴿الأحزاب: ٣٦﴾

اور دیکھو! کسی مومن مرد وعورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کریگا وہ صریح گمراہی میں پڑیگا.

”أوصيكم بتقوى الله عز وجل والسمع و الطاعة ، و ان تأمّر عليكم عبد حبشي، فانه من يعش منكم فسيرىٰ اختلافا كثيرا ، فعيكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، عضوا عليها بالنواجذ ، وايا كم و محدثات الأمور فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة“﴿الترمذي﴾

میں تمہیں تقویٰ الٰہی اور سمع وطاعت کی وصیت ونصیحت کرتا ہوں، اگر کوئی حبشی غلام بھی تم پر امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کی اطاعت کرو! کیوں کہ جو تم میں سے زندہ رہیگا وہ بڑے بڑے اختلاف دیکھے گا ،تو اس وقت میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑے رہنا، اسے دانتوں سے مضبوطی سے تھام لینا، اور دینی امور میں پیدا شدہ نئی نئی بدعتوں سے بچتے رہنا، اس لئے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے.

”ألا و أن من قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين و سبعين ملة، و ان هذه الملة ستفترق على ثلاث و سبعين، ثنتان و سبعون في النار وواحدة في الجنة وهي الجماعة“﴿الترمذي﴾

آگاہ ہو جاؤ! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر ملتوں اور فرقوں میں بٹ گئے، اور یہ ملت

عنقریب تہتر ملتوں اور فرقوں میں بٹ جائیگی، ان میں سے ایک ہی فرقہ جنتی ہوگا اور وہی جماعت ہے.

افسوس کہ اس شیوۂ احتیاط اور کتاب وسنت کی پیروی کے نیک جذبے کے باوجود اپنوں نے بھی برہمنوں، انگریزوں اور ارباب نبوت کی شریعت کے شیدائیوں سے قدرے ہٹ کر اور لہجہ بدل کر تحریک اہل حدیث کے حاملین کو عطار اور خود کو جوہری بتا یا، انہیں گستاخ رسول اور خود کو محبّ رسول ٹھرایا، بلکہ انہیں دین اسلام سے خارج کرنے کی کوشش کی گئی، اور خود نصوصِ کتاب وسنت کی تاویل و تنسیخ کر کے ملت اسلام کے پاسباں ٹھرے.

قربان جایئے ان کے ذوق تحقیق اور جستجوئے حق پر کہ حق کو ناحق اور ناحق کو حق کر دکھایا، علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

گر نہیں ہے جستجوئے حق کا تجھ میں ذوق وشوق
''امتی'' کہلا کے پیمبر کو رسوا نہ کر!!!!
ہے فقط توحید وسنت امن وراحت کا طریق
فتنہ وجنگ وجدل ''تقلید'' سے پیدا نہ کر

## تحریک اہل حدیث ہند اور نجد کی اصلاحی تحریک

اس موضوع پے دو حیثیتوں سے گفتگو کرنا بہتر ہے:

﴿۱﴾ تحریکِ جہاد ہند اور نجد کی اصلاحی تحریک. ﴿۲﴾ تحریک اہل حدیث ہند اور نجد کی اصلاحی تحریک.

### ﴿۱﴾ تحریکِ جہاد ہند اور نجد کی اصلاحی تحریک

یہ دونوں اسلامی تحریکیں دو مختلف مقامات اور ظروف وحالات کی پیداوار ہیں، نجد

کی اصلاح وتجدید کے قائد شیخ الدعوۃ والارشاد محمد بن عبدالوھابؒ ۱۲۰۶ھ میں دنیا سے چل بسے، اور تحریک جہاد ہند کے قائد سید احمد شہید بریلویؒ ﴿۱۲۰۱ھ-۱۲۴۶ھ﴾ کی پیدائش ان کی وفات سے صرف پانچ سال پہلے ہوئی، لہٰذا دونوں عظیم شخصیتوں کی ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سید احمد شہیدؒ اپنے رفقاء اور تلامذہ کے ساتھ ۱۲۳۷ھ میں حج بیت اللہ سے فارغ ہوئے، اس سے پہلے یعنی ۱۲۲۷ھ میں شیخ محمد بن عبد الوھابؒ کی تحریک کے شیدائیوں کو ترکوں اور مصریوں نے انگریز سے ساز باز کر کے حرمین سے نکال باہر کیا تھا، ان کے لیے ان مقامات مقدسہ میں قیام کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا، توحید کے ان متوالوں کے خلاف صرف سیاسی حربے استعمال نہ کئے گئے، بلکہ ترکی اور مصری اور دیگر مقامات کے ان کے ہم خیالوں نے انہیں مرتد اور کافر ٹھرایا، برصغیر کے علماء کی اکثریت کا بھی یہی حال تھا، ایسے ظروف وحالات میں ایک تحریک کا دوسری تحریک سے متأثر ہونا تاریخی اور عقلی دونوں ہی اعتبار سے کم از کم محل نظر ضرور ہے، لہٰذا! بعض قدیم وجدید مؤرخین کا ایک تحریک سے دوسری تحریک کا رشتہ جوڑنا بے معنی سی بات ہے، نیز سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا بنیادی مقصد جہاد تھا، اور نجد کی تحریک کا بنیادی مقصد توحید کی تعلیم عام کرنا تھا، چنانچہ سید احمد شہیدؒ کے تمام ''مکتوبات'' میں اشارے کنائے اور اصطلاحی زبانوں میں جہاد کی ترغیب موجود ہے، جب کہ شیخ محمد بن عبدالوھابؒ کی ''کتاب التوحید'' میں جہاد کا کوئی مضمون شامل نہیں ہے، یہ الگ کی بات ہے کہ دعوت کی کامیابی کے بعد ضرورۃً جہاد سے کام لیا گیا.

سید احمد شہیدؒ کی تعلیم وتربیت تصوف اور حنفی مسلک پر ہوئی تھی، جب کہ شیخ محمد بن عبدالوھابؒ کی تعلیم وتربیت حنبلی مسلک اور تصوف سے کوسوں دور ہوئی تھی، یہی وجہ ہے کہ شہیدیں کی شہادت کے بعد ان کے ماننے والوں کے درمیان عقیدۂ غیبو بیت کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا جو عرصہ تک ان کے ماننے والوں کے دلوں پر مستولی رہا، اور شیخ محمد

بن عبدالوہاب کی وفات پر اس طرح کے عقیدۂ غیبو بیت کے مسئلے کے اٹھ کھڑے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا، کیوں کہ ان کے مشن کا بنیادی مقصد توحید کی تعلیم اور تصوف کے گورکھ دھندوں سے دور رہنا تھا.

لہذا! راقم السطور مولانا مسعود عالم ندویؒ کے اس تجزئے سے متفق ہے:

''دورانِ بحث و تمحیص نجد کی وہابی تحریک ﴿جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے﴾ کا ذکر بار بار نظر سے گزرا، اور ایسی غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں سے دوچار ہوا کہ یارائے ضبط نہ رہا، سب سے بڑی غلط فہمی جس میں دوست اور دشمن دونوں مبتلا ہیں، یہ کہ ہندوستان کی تحریک وہابیت یعنی حضرت سید صاحبؒ کی تحریک تجدید و امامت نجد کی وہابی تحریک کی ایک شاخ ہے، اس میں شک نہیں کہ دونوں تحریکوں کا مأخذ ایک اور دونوں کے چلانے والے کتاب وسنت کے علم بردار اور یکساں سرگرم مجاہد تھے، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر اٹل ہے کہ ایک کا دوسرے سے دور کا بھی تعلق نہیں، یعنی ایک نے دوسرے کی تعلیمات سے بالکل فائدہ نہیں اٹھایا، دونوں دعوتیں الگ الگ اپنے مخصوص ماحول اور حالات کے مطابق پھلیں پھولیں، اس لئے اصولی اتحاد ﴿یعنی کتاب وسنت کی طرف لوٹنے کی دعوت﴾ کے باوجود دونوں پر اپنے مخصوص مقامی اثرات کی چھاپ بھی محسوس ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے اختلاف بھی رکھتی ہیں''

﴿محمد بن عبدالوہابؒ ایک مظلوم اور بدنام مصلح ص:۱۶﴾

## ﴿۲﴾ تحریک اہل حدیث ہند اور نجد کی اصلاحی تحریک

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ سید احمد شہید بریلویؒ کی قیادت میں شاہ اسماعیل شہیدؒ ﴿۱۱۹۶ھ-۱۲۴۶ھ﴾ نے برصغیر کی تحریک جہاد کا بھرپور ساتھ دیا، لیکن ساتھ ہی شیخ الدعوہ محمد بن عبدالوہابؒ کی اصلاح وتجدید کی طرح توحید کی تعلیم سے تحریک جہاد کو بھرپور غذا بخشی، جس کی زندہ مثال عقیدۂ توحید پر ان کی لکھی ہوئی کتاب '' تقویۃ

الایمان‘‘ ہے، جو شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کی ’’کتاب التوحید‘‘ کی طرح توحید کے مضامین پر مشتمل ہے، راقم السطور کی رائے میں اصلاح عقیدہ کے موضوع پر اس طرح کی اب تک برصغیر میں کوئی مستقل کتاب لکھی نہیں جا سکی ہے۔

شہیدین کی شہادت کے بعد تحریک جہاد معنوی طور پر دو حصوں میں بٹ گئی، ایک وہ گروہ جن کے دل شاہ اسماعیل شہیدؒ کے توحیدی بیان اور کتاب وسنت کی ٹھیٹ دعوت سے معمور ہو چکے تھے، دوسرا وہ گروہ جن پر جہاد سے سرشاری کے باوجود حنفی مسلک اور تصوف کا رنگ باقی رہا، جن کے دل توحید اور کتاب وسنت کی تعلیم سے معمور ہو چکے تھے، کچھ عرصہ بعد انہیں مولانا ولایت علیؒ کی جہاد کی قیادت سے مزید غذا فراہم ہوئی۔

ادھر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مسند تدریس کے آخری یادگار سید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے توحید اور کتاب وسنت کی روح اپنے ارشد تلامذہ کے دوش پر پورے برصغیر میں پھونک دی، نیز بھوپال کی سرزمین سے نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ نے توحید اور کتاب وسنت کی اشاعت صرف برصغیر ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں کی۔

اب گویا تحریک جہاد ہند تحریک اہل حدیث کا ہم معنی ہو گئی، کیوں کہ اس کا پہلا بنیادی مقصد شہیدین کی شہادت کے بعد پورا ہوا، گرچہ اس مشن کو خاندان صادق پور نے تحریک اہلحدیث کی حمایت سے تقسیم ہند ۱۹۴۷ء تک جاری رکھا، رہا اس کا دوسرا بنیادی مقصد اصلاح رسوم اور ردّ بدعات وخرافات تو اسے بڑھ کر تحریک اہل حدیث کے متوالوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

حسنِ اتفاق کہ اُدھر نجد کی تحریک اصلاح وتجدید کو دوبارہ سرزمین حجاز پر سربلندی حاصل ہوئی، اور اس تحریک کے خلاف جو بدگمانیاں انگریزوں اور بریلویوں حتیٰ کہ حنفی

مکتب فکر کی جانب سے پھیلائی گئی تھیں، اس کا مطلع قدرے صاف ہوا، اور توحید اور کتاب وسنت کی تعلیم میں دونوں تحریکوں کی یکسانیت نے اپنے ثمرات دکھلانے شروع کیے، ان دونوں میں قربت بڑھی اور آہستہ آہستہ پروان چڑھنے لگیں.

گرچہ شیخ الدعوہ محمد بن عبدالوہابؒ فروعی مسائل میں حنبلی مکتب فکر کے متبع تھے، لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حنبلی مکتب فکر دراصل گروہِ محدثین کی ترقی یافتہ شکل ہے، اس کی واضح دلیل اس مکتب فکر کے ماننے والوں کا کتاب وسنت کی روشنی میں کسی مسئلے کی وضاحت کے بعد اسے بلا جھجک چھوڑ دینا ہے، نیز عقیدے کے باب میں اشعریت اور ماتریدیت کی تعقل پسندی کی آمیزش اور تصوف کی رنگینیوں سے ان کے دامن کا پاک ہونا ہے، اسی راہِ اعتدال کا ثمرہ ہے کی سعودی عرب میں فقہِ مقارن کی خوب خوب آبیاری ہو رہی ہے، اور اس کی کوکھ سے چوٹی کے سلفی علماء جیسے شیخ بن بازؒ، شیخ محمد صالح عثیمینؒ اور شیخ صالح فوزان الفوزان حفظہ اللہ پیدا ہوئے ہیں.

اس راہ میں تحریک اہل حدیث کے بعض افراد کی جانب سے سلفی مقلد اور سلفی غیر مقلد کی تقسیم دعوتی مصالح کے خلاف ایک ناروا قدم اور ناعاقبت اندیشی ہے، اور فقہ مقارن کی کوششوں کی راہ کا سب سے بڑا پتھر ہے:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

بہرصورت! اس راہ سے برصغیر کی تحریک اہل حدیث نجد کی تحریک اصلاح وتجدید سے قریب تر ہوتی گئی، اسی سلسلے کی ایک کڑی شیخ بن بازؒ کے استاد گرامی شیخ سعد بن حمد بن عتیقؒ ﴿1267ھ-1349ھ﴾ تھے، جنھوں نے نجد سے ہندوستان کا سفر کر کے سید نذیر حسین محدث دہلویؒ اور علامہ نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا، نیز جب ترکوں اور مصریوں نے انگریزوں سے ساز باز کر کے نجد

کی تحریک اصلاح وتجدید کوزک پہونچائی اور وہ مالی مشکلات سے دوچار ہوئی تو نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ نے ان کی چاول کی بوریوں سے نیز دیگر مادی اور معنوی مدد کی.

اب جب کہ نجد کی اصلاح وتجدید کی راہ پر گامزن حکومت وافراد کو اللہ تعالی نے کتاب وسنت کی اتباع اور پیروی کی بدولت دنیاوی مال ومتاع سے نوازا ہے اور وہ دوسروں کی طرح برصغیر کی تحریک اہلحدیث کی مادی اور معنوی مدد کرتے ہیں تو یہ توحید کی تعلیم، کتاب وسنت کی اتباع اور فکر وعمل میں یکسانیت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، نہ کہ تملق، چاپلوسی اور ریالوں کی چمک دمک میں تحریک اہل حدیث کا گم ہوجانا ہے، جیسا کہ برصغیر کے بعض گروہوں کا اس تحریک کے ماننے والوں پر یہ الزام ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو حقیقت حال سمجھ کر اس کی روشنی میں اخلاص وللّٰہیت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہر طرح کی فرقہ بندی اور گروہ بندی سے محفوظ رکھے:

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں
ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وانہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں

# تحریک اہل حدیث اور سیاست

علم سیاست کی اب تک جو تعریف کی جاسکی ہے اس میں سب سے زیادہ جامع مانع تعریف یہ ہے:

’’یہ علم انسانوں کے اس اجتماعی اور سیاسی رویے سے بحث کرتا ہے جس کے مطابق وہ اپنے تمام اجتماعی امور کو باقاعدہ منظّم صورت میں انجام دینا چاہتے ہیں، تاکہ وہ اپنے

مقاصد زیادہ سے زیادہ بہتر صورت میں حاصل کرسکیں"

﴿سیاست وریاست.ص:۸﴾

درحقیقت یہ تعریف شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی سیاست مدنیہ کی تعریف کا چربہ اور خلاصہ بلکہ اس کی وضاحت ہے، چنانچہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

" ھی الحکمۃ الباحثۃ عن کیفیۃ حفظ الربط الواقع بین أھل المدینہ"﴿حجۃ اللہ البالغۃ. ج ۱ ص: ۴۴﴾

سیاست اس حکمت ومصلحت کا نام ہے جو شہریوں کے مابین واقع روابط کی حفاظت کی کیفیت سے بحث کرتا ہے.

علم سیاست کی یہ تعریف اور وضاحت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے، وہ اپنے حقوق کی حصول یابی اور ضروریات کی تکمیل کے لئے کوئی ایسا منظّم اجتماعی لائحہ عمل مرتب کرنے کا خواہاں رہتا ہے، جو اس کے حقوق اور ضروریات کی تکمیل بدرجہ اتم پورا کرسکے.

اس وضاحت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کے انسان فطرۃً جزوی یا کلی طور پر سیاست سے اپنا تعلق قائم رکھنے پر مجبور ہے، اس کے بغیر اس کے لئے زندگی کی شاہ راہ پر باضابطہ گامزن رہنا مشکل ہے، جب فرد کا یہ حال ہے تو کسی تحریک کا کیا حال ہوگا؟

لہذا! یہ مسئلہ اٹھانا کہ تحریک اہلحدیث ہند کا سیاست میں کوئی حصہ نہیں رہا ہے، یہ ایک غیر فطری، غیر حقیقی اور غیر منطقی بات ہے، جو فکر وعقل اور بحث وتحقیق کے میدان میں کوئی وقعت نہیں رکھتی، ہاں! ممکن ہے کہ وقت اور حالات وظروف نے بعض افراد اور تحریکات کو خاموش کردیا ہو، اور انہوں نے اپنا کام خفیہ طور پر انجام دیا ہو، تاریخ میں "اخوان الصفاء" کی تحریک علم وادب کی راہ سے اور "کلیلہ ودمنہ" کی زبان اسی امر کی عکاسی کرتی ہے، خود برصغیر میں شیخ الہند محمود الحسنؒ کی ریشمی رومال کی تحریک اور شہدین

کی تحریک جہاد کی خفیہ اصطلاحیں اس امر کے واضح دلائل ہیں، جیسے چھوٹا گودام سے مراد پٹنہ، بڑا گودام سے مراد ستھانہ، رنگ روٹ سے مراد جہادی اور قافلہ سے مراد صادق پور کے علماء کے مکانات کے احاطے وغیرہ.

سیاست کی اس طبعی اور فطری حقیقت کی قدرے وضاحت کے بعد مغلیہ دور حکومت کے خاتمے کے بعد کی برصغیر کی سیاست کو تین خانوں میں تقسیم کر کے گفتگو کی جاتی ہے:

﴿۱﴾ اسلامی سیاست یا تحریک جہاد.

﴿۲﴾ جمہوری سیاست بالفاظ دیگر لادینی سیاست.

﴿۳﴾ اسلام کے نام پر جمہوری سیاست.

## ﴿۱﴾ اسلامی سیاست یا تحریک جہاد

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حاکمیت کا اقرار، اس کے قانون کی تنفیذ اور اس کی دعوت کی راہ میں اگر کوئی رکاوٹ آئے اور کوئی فتنہ سر اٹھائے تو اس کی سرکوبی کے لئے جہاد کرنا اسلامی سیاست کا ایک لازمی جزء ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

”وقاتلوھم حتی لاتکون فتنة ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین“ ﴿البقرة:۱۹۳﴾

ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے، اور اللہ تعالی کا دین غالب نہ آجائے اگر یہ رک جائیں تو تم بھی رک جاؤ، زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے.

اسلامی سیاست کے اس منشا کی تکمیل کے لئے برصغیر میں پہلی صدی ہجری کے بعد پہلی اسلامی تحریک سید احمد شہید بریلویؒ کی قیادت میں شروع ہوئی جو ان کی اور ان کے رفیق خاص شاہ اسماعیل شہیدؒ کی مشہد بالاکوٹ میں شہادت پر منتج ہوئی، اول الذکر

شخصیت، قائد جہاد اور صاحب دل نے حنفی مکتب فکر اور تصوف کی راہ سے اس تحریک کو برپا کرنے میں عظیم کامیابی حاصل کی، جس کی مثال تاریخ ہند میں نہیں ملتی، اور ثانی الذکر شخصیت، کتاب وسنت کا شیدا، عقیدۂ توحید کا پاسباں، تحریر وتقریر اور میدان کارزار کا بے مثال سپاہی اور برصغیر کی تحریک اہلحدیث کا بانی سید صاحبؒ کی قیادت پر رائے کے اختلاف کے باوجود دعوتی اور جہادی مصلحتوں کے پیش نظر صاد کیا، بیعت کی اور تحریک جہاد کو بھرپور غذا بخش کر اوج کمال تک پہنچایا، ان کی تالیف ''تقویۃ الایمان'' ''تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین'' اس امر کی شاہد عدل ہیں، عقیدے اور رفع الیدین کے اثبات کے موضوع پر آج مطلع صاف ہوجانے، بہت حد تک تحقیق کا میدان ہموار ہوجانے اور ایک دوسرے کو انگیز کرنے کے باوجود حنفی مکتب فکر کا کوئی فرد اس طرح کی مستقل کتاب نہیں لکھ سکتا، چہ جائیکہ اُس دور میں جب کہ ہر طرف انہی کا غلبہ تھا.

لیکن افسوس کہ تحریک جہاد کے جانشینوں میں ایسے افراد پیدا ہونے لگے جو تصوف کو تزکیہ واحسان کا نام دے کر اسے روحانیت کی معراج کہنے، ماننے اور عمل کرنے اور کرانے پر زور دینے لگے.

بہرصورت! دعوت کی راہ میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کی اسی عزیمت کی بدولت ابو الکلام آزادؒ نے ان کے حق میں فرمایا تھا:

''بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا تجدید و تدوین علوم ومعارف اور تعلیم وتربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا، اس سے آگے نہ بڑھ سکا، فعلاً عمل ونفاذ اور ظہور وشیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مرد میدان کا منتظر تھا، اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ ومجدد شہیدؒ کے لئے مخصوص کر دیا تھا، خود حضرت شاہ ''ولی اللہ محدث دہلوی'' صاحب کا بھی اس میں حصہ نہ تھا'' ﴿تذکرہ ص:۲۴۴﴾

اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے ان کے حق میں کہا تھا:

”اگر مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے بعد ان کے مرتبے کا ایک مولوی بھی پیدا ہو جاتا تو آج ہندوستان کے مسلمان ایسی ذلت کی زندگی نہ گزارتے“

﴿تاریخ اہلحدیث.ص:۴۲۲﴾

اور مولانا مسعودؒ عالم ندوی فرماتے ہیں:

”مگر خود سید احمد صاحب کی جماعت میں مولانا اسماعیل شہیدؒ ﴿۱۲۴۶ھ﴾ کے اثر سے خالص عاملین بالحدیث کا بھی ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا“

﴿ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک.ص:۲۸﴾

اور مولانا مسعود عالم ندویؒ ، مولانا ولایت علیؒ کی سیاسی قیادت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”فاجعہ بالاکوٹ کے بعد تمام ملک پر اداسی چھائی ہوئی تھی، جماعت تتر بتر ہوگئی، اچھوں اچھوں کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، جہاد کا سارا کام درہم برہم ہوا چاہتا تھا کہ عظیم آباد پٹنہ محلّہ صادق پور کے ایک فرد نے یہ گرتا ہوا علم اپنے ہاتھوں سے تھام لیا اور زندگی بھر اپنے سینوں سے لگائے رکھا اور پھر اس مرد کامل کے بعد اس کے بھائیوں، بھتیجوں، عزیزوں اور ماننے والوں نے جس طرح اپنے خون سے اس نخل خزاں دیدہ کی آبیاری کی ہے وہ اسلام ہند کی پوری تاریخ میں اپنی آپ مثال ہے“

﴿ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک.ص:۵۶﴾

مولانا ولایت علیؒ تحریک اہل حدیث کے ہراول دستے میں شمار ہوتے ہیں، اب ان کی تحریک جہاد کی قیادت کے گرتے ہوئے علم کو سنبھالنا اور اسے تقسیم ہند ۱۹۴۷ء تک قائم رکھنا کیا تحریک اہل حدیث کا برصغیر کی سیاست سے الگ ہو جانا ہے، یہی نہیں بلکہ سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کے شاگرد رشید مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ جو

تحریک اہل حدیث کے تنظیمی ڈھانچہ کے بانیوں میں سے ہیں، انہوں نے بھی خاندان صادق پور کی تحریک جہاد کی اس قیادت میں شرکت فرمائی، چنانچہ جب مولانا عبدالرحیم صادق پوریؒ ﴿۱۲۵۲ھ-۱۳۴۱ھ﴾ کو فرنگیوں نے جزیرۂ انڈمان میں قید کر دیا تو ان کی جگہ پر مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ ہی قائد مقرر کئے گئے، لیکن جب وہ جزیرۂ انڈمان سے ﴿۱۲۸۰ھ تا ۱۳۰۰ھ﴾ سزا کاٹ کر واپس ہوئے تو قیادت ان کے حوالے کر دی گئی، لیکن مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ نے مرتے دم تک تحریک جہاد کے صادق پوری قائدین کا مالی اور معنوی تعاون فرمایا، یہی وجہ ہے کہ فرنگیوں کی طرف سے ان کی وفات کے ﴿۱۹۱۸ء﴾ چند دنوں پہلے حبس دوام کا وارنٹ ان کی میز پر رکھا تھا.

ان تاریخی حقائق کے باوجود اسلامی سیاست میں تحریک اہل حدیث کے حصہ نہ لینے والی بات غیر حقیقی، غیر منطقی اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ایک ناروا کوشش ہے، اللہ ہر ایک کو حقیقت کے آئینے میں تاریخی حقائق کو دیکھنے اور پرکھنے کی توفیق عطا فرمائے.

ماضی قریب میں افغانستان کے اسلامی جہاد میں جب تحریک اہل حدیث کے قائد امیر جمیل الرحمٰنؒ کو ملک کی ایک ریاست پر غلبہ حاصل ہوا تو انہوں نے فورا ہی کتاب وسنت کی بنیاد پر اسلامی حکومت کی بنا ڈال دی، لیکن افغانستان کے دیگر جہادی گروپوں کو یہ عمل ایک نظر نہ بھایا اور انہوں نے ان کے قتل پر دم لیا، کوئی صاحب دل ان الزام تراشوں سے پوچھے کہ کیا یہ بھی ایک جھوٹ ہے؟

## ﴿۲﴾ جمہوری سیاست بالفاظ دیگر لادینی سیاست

مسلمانوں کی زندگی میں اسلامی سیاست اور اس راہ میں جہاد ہی اصل ہے جس کا قدرے ذکر ''اسلامی سیاست'' کے باب میں کیا جا چکا ہے، اس کے علاوہ کسی جمہوری

لادینی سیاست یا اس جیسے دیگر نظام ہائے سیاست میں حصہ لینا ان کے لئے وقت، ظروف وحالات اور زمان ومکان کی ایک اضطراری ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے، وہ جہاں بھی رہے گا وہاں کی سیاست میں اپنا رول ادا کر کے اپنے حقوق کی حصول یابی اور ضروریات کی تکمیل کرے گا، گرچہ اس کی نوعیت اور کیفیت زمان ومکان اور نظام سلطنت کے اعتبار سے جدا جدا ہوتی ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجبوراً اسے سیاست سے سبک دوش ہونا پڑتا ہے. لیکن یہ ''الشاذ کالمعدوم'' کے ضمن میں آتا ہے.

بہرصورت! اسلام اپنے ماننے والوں کو زمان ومکان اور ظروف وحالات کے مطابق اپنے دین وایمان کی حفاظت کے ساتھ اپنے حقوق کی حصول یابی اور ضروریات کی تکمیل کے لئے کسی بھی نظام سیاست میں حصہ لینے سے نہیں روکتا.

اس معنی میں فرنگیوں کو ہندوستان سے بھگانے کے سلسلے میں ایک ہندو مسلم تحریک چلی ،جس کی قیادت بحیثیت ہندو گاندھی جی اور بحیثیت مسلمان ابوالکلام آزادؒ نے سنبھالی، اور ابوالکلام آزادؒ کا اہل حدیث ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہے، ان کی تالیف ''تذکرہ'' کے مضامین، ان کا تحریک اہل حدیث صادق پور کے ایک عالم دین سے کلکتہ میں کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کرنا، ان کا اپنے آبائی خانقاہی ریاست کو خیر باد کہنا اور تحریک اہل حدیث کے جملہ کاموں کی پرزور حمایت کرنا وغیرہ تاریخ کا ایک اٹوٹ حصہ اور ایک اہم باب ہے، راقم السطور یہاں پر بطور تاریخی شواہد مولانا محمد جونا گڑھیؒ کے بنام ''اعلام الموقعین لابن القیمؒ'' کے ترجمہ پر ان کے لکھے گئے خطوط کے چند تراشے پیش کرتا ہے: ''حبی فی اللہ! السلام علیکم ورحمتہ اللہ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے حافظ ابن القیمؒ کی ''اعلام الموقعین'' کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، مجھے اس خبر سے نہایت خوشی ہوئی، عرصہ ہوا میں نے بعض عزیزوں کو جو

ترجمہ کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں، اس کام پر لگایا تھا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شیخ الاسلام ابن القیمؒ کی مصنفات اردو میں منتقل کریں، چنانچہ منتخب کتابوں میں ''اعلام'' بھی تھی، لیکن کتاب ضخیم ہے اس لئے اس کی نوبت نہ آئی مختصرات شائع ہو گئیں، اب آپ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں تو میں کہونگا، آپ نے ایک نہایت موزوں کتاب ترجمے کے لئے منتخب کی ہے، اللہ آپ کو مزید توفیق کار عطا فرمائے، مباحث فقہ وحدیث میں متاخرین کا کافی ذخیرہ موجود ہے، لیکن اس سے بہتر اور اصلح کوئی کتاب نہیں، اسے اردو میں ترجمہ کر دینا اس گوشے کی تمام ضروریات بیک دفعہ پوری کر دینا ہے، خصوصیت کے ساتھ اس کی ضرورت انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے ہے، اس طبقہ میں بہت سے لوگ مذہبی ذوق سے آشنا ہو چکے ہیں، لیکن صحیح مسلک کی خبر نہیں رکھتے اور عربی سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے براہ راست مطالعہ نہیں کر سکتے، اگر ''اعلام'' اردو میں شائع ہوگئی تو ان کی فہم وبصیرت کے لیے کافی موادمہیا ہو جائے گا، میں نہایت خوش ہوں گا اگر اس ترجمہ کی اشاعت میں آپ کو کچھ مدد دے سکوں''

''چونکہ اسلام کے اندرونی مذاہب ومشارب کی پیچیدگیوں سے عموماً مسلمان باخبر نہیں ہے، اس لئے بسا اوقات ان کا مذہبی شغف غلط راہوں مین ضائع ہو جاتا ہے، اس کتاب کا مطالعہ ان پر واضح کر دے گا کہ حکمت ودانش کی حقیقی راہ کن لوگوں کی راہ ہے، متبعین کتاب وسنت کی یا اصحاب جدل وخلاف کی؟ خود صاحب اعلام اپنے قصیدہ نونیہ میں کیا خوب فرما گئے ہیں:

العلم قال اللہ قال رسولہ قال الصحابة هم أولو العرفان

ماالعلم نصبک للخلاف جهالة بين النبي وبين آراء فلان

یعنی علم دین وہی ہے جو قرآن وحدیث میں ہے، جو معرفت خداوندی میں ڈوبے ہوئے فیضان صحبت رسول کے فیض یافتہ صحابۂ کرام کی زبان سے ظاہر ہوا ہے، کسی کی

رائے کو سنت وحدیث سے ٹکرانا، رائے کے غلبے کے لیے دلائل قائم کرنا اور اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے رائے کے جھنڈے خلاف حدیث بلند کرنے کا نام علم دین نہیں“ ابوالکلام کان اللہ لہ از کلکتہ.

﴿مترجم أعلام الموقعین عن رب العالمین. ج ا ص: ۱۹-۲۰﴾

فقہی مکاتب فکر کے افراد ”أعلام الموقعین“ کا نام ہی سن کر خوف کھاتے ہیں، چہ جائکہ اس کا ترجمہ، اس کی تشجیع اور اس کے تعاون کی پیش کش کریں، یہ کام کتاب وسنت کا حامل وعامل اور ناصر وحامی ہی کرسکتا ہے، لہذا! راقم السطور اس سلسلے میں اس تاریخی دستاویز کے بعد کسی دوسرے ثبوت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا.

کانگریس کے علاوہ برصغیر میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو بھی سیاسی، فلاحی اور رفاہی تحریکیں اٹھیں، اس میں تحریک اہل حدیث نے فطرۃً شامل ہوکر اپنا رول ادا کیا ہے، خواہ وہ تحریک خلافت ہو یا تحریک احرار، یا جمعیت علمائے ہند، ماضی قریب میں مولانا عبدالوہاب آرویؒ جمعیت اہل حدیث کے صدر جو جمعیت علمائے ہند کے صدر بھی رہ چکے ہیں، اور کل تک مسلم پرسنل بورڈ کے رکن ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفیؒ رہے ہیں، اور سر دست مولانا محمد مختار ندوی ہیں.

لہذا! تحریک اہل حدیث پر سیاست میں حصہ نہ لینے والا الزام معذرت کے ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کو کشادہ دلی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے واپس لے لینا چاہئے.

## ﴿۳﴾ اسلام کے نام پر جمہوری سیاست

برصغیر میں کانگریس کے متبادل اسلام کے نام پر مسلم لیگ کی تحریک اٹھی تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا مقام واپس دلا سکے، راقم السطور اس اختلافی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے حق میں کانگرس کا ساتھ دینا درست تھا یا

مسلم لیگ کا.

لیکن بعد کے حقائق نے یہ ثابت کر دیا کے جو تحریک کلمۂ لا الہ الا اللہ کے نام پر اٹھی تھی وہ اپنے حقیقی مقصد کو اب تک پورا نہ کر سکی، لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی تہذیب وثقافت، زبان وادب اور عزت ووقار کی بحالی کے لئے بر صغیر میں ایک مسلم ملک معرض وجود میں آ گیا، اور جو اس راہ میں اپنا فریضہ بخوبی انجام دے رہا ہے.

ہمارا مقصد یہاں اس تحریک میں برصغیر کی تحریک اہل حدیث کے حصہ لینے یا نہ لینے سے ہے.

تاریخ گواہ ہے کہ برصغیر کی بساط سیاست پر اٹھنے والی کانگریس اور مسلم لیگ دونوں ہی تحریکوں میں تحریک اہل حدیث، حنفی مکتب فکر اور اسلام کے نام پر قائم دیگر جماعتوں نے برابر کا حصہ لیا ہے، خود دیو بند میں اس مسئلے پر علمائے کرام دو حصوں میں بٹ گئے، پہلا گروہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کا جنھوں نے کانگریس کا بھرپور ساتھ دیا جن کی مخالفت میں علامہ اقبالؒ نے ذیل کے اشعار تک کہہ ڈالے:

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیو بند حسین احمد این چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

اہل عجم دین کے اسرار ورموز سے ناواقف ہیں ورنہ دیو بند کے حسین احمدؒ سے اس قسم کی بوالعجبی ظاہر نہیں ہوتی، انہوں نے سر منبر یہ فرما دیا کہ ملت کی تعمیر وطن سے ہوتی ہے، جو محمد عربی کے مقام سے بے خبری کا نتیجہ ہے.

دوسرا گروہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تھا جنھوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا، اور تقسیم ہند

کے بعد کراچی جا کر انہوں نے اپنے ہاتھوں سے وہاں کا پہلا جھنڈا پھہرایا.

اسی طرح تحریک اہل حدیث نے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کا ساتھ دیا کانگریس کا ساتھ دینے کے موضوع پر گزشتہ سطور میں بات ہو چکی ہے، اب رہی بات مسلم لیگ کا ساتھ دینے کی تو راقم السطور یہاں پر تاریخ سے صرف ایک مثال دے کر اپنی بات ختم کریگا، وہ یہ کہ خاندان صادق پور پٹنہ جنہوں نے برصغیر کی اسلامی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، انہوں نے فطرۃً تقسیم کے وقت مسلم لیگ کا ساتھ دیا، ان کے افراد راتوں کو مسلم لیگ کا پمفلٹ تقسیم کرتے اور دیواروں پر چسپاں کرتے، پٹنہ سے لے کر ہمارے علاقے مظفر پور اور ڈھاکہ، چمپارن میں مسلم لیگ صرف اس لیئے ہار گئی کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کا اثر ورسوخ اس علاقے میں زیادہ تھا، ان کی ایک تقریر سے اس علاقے کی رکنیت آخری وقت میں مسلم لیگ کے بجائے کانگریس کی جھولی میں چلی گئی.

تقسیم کے بعد پاکستان کی جمہوری سیاست میں وہاں کی تحریک اہل حدیث نے بھر پور حصہ لیا اور لے رہی ہے، مثلاً مولانا محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ وہاں کی شریعت بل کے رکن رکین رہے، اور علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے اسلامی ریاست کے وعدے کو پورا کرنے پر اتنا زور دیا کہ انہوں نے اسی راہ میں جام شہادت نوش کیا، کیونکہ ان کی شہادت کے چند بنیادی اسباب میں ایک بنیادی سبب اس وقت کی حکومت وقت کا ہاتھ بھی بتایا جاتا ہے، سردار عبدالقیوم آزاد کشمیر کے وزیرِ اعظم رہ چکے ہیں، ابھی جنرل پرویز مشرف کی فوجی حکومت کے پہلے مسلم لیگ کی حکومت میں جناب ساجد میر امیر تحریک اہل حدیث منبر پارلمنٹ رہے ہیں، پاکستان کی موجودہ افسوسناک صورت حال میں وہاں کی تحریک اہلحدیث کی ہمدردیاں بہر حال متحدہ مجلس عمل کے ساتھ ہیں.

# اہل حدیث نام کی وجہ تسمیہ

کسی فرد، یا تحریک، یا قوم، کسی جگہ یا کسی چیز کا نام تعارف اور ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کے لئے رکھا جاتا ہے، اس غرض سے اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے مسلمین کا نام اختیار کیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"هو سماكم المسلمين" ﴿الحج: ۷۸﴾

اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے.

اور یہ نام لفظ اور معنی دونوں ہی اعتبار سے پیارا اور محبوب ہے، مسلم کا لفظ زبان سے ادا کرنے پر آدمی کے دونوں ہونٹ باہم مل جاتے ہیں جو ہمیں الفت اور یگانگت کا پیغام دیتا ہے، معنوی اعتبار سے یہ لفظ اپنے دامن میں صلح وآشتی، سلامتی اور بندے کا اطاعت کی غرض سے اپنی گردن کو دربارالٰہی میں جھکا دینا ہے.

اسلام نے انفرادی طور پر بھی اپنے ماننے والوں کو اچھے نام رکھنے اور اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے، روایت ہے:

"انكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم و أسماء آبائكم فأحسنوا أسمائكم" ﴿ابو داؤد﴾

تم بروز قیامت اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے ناموں کے ذریعے پکارے جاؤ گے، لہذا! اپنے نام اچھے رکھو!

یہ حدیث گرچہ سند کے اعتبار سے منقطع ہے، کیوں کہ اس کی سند کے ایک راوی عبداللہ بن ابوزکریا کی ملاقات ابو درداءؓ سے نہیں ہوئی ہے جو اس حدیث کے اصل راوی ہیں.

لیکن اس حدیث کے آخری جزء 'فأحسنوا أسماء كم' کی تصدیق وتوثیق دیگر

احادیث اور عمل نبی اور عمل صحابہ سے بخوبی ہو جاتی ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ارشاد فرماتے ہیں:

”ان أحب أسمائكم الى الله عبد الله و عبد الرحمن“﴿مسلم﴾

تمہارے ناموں میں سب سے بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں

”تسموا باسم الأنبياء و أحب الأسماء الى الله عبد الله و عبد الرحمن و أصدقها حارث و همام و أقبحها حرب و مرة“﴿ابو داؤد﴾

نبیوں کے نام پر اپنے نام رکھو اور بہترین اور پسندیدہ نام اللہ تعالی کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، سب سے سچا اور اچھا نام حارث و ہمام اور سب سے ناپسندیدہ نام حرب اور مرہ ہیں.

اس روایت کے راویوں میں ایک راوی عقیل بن شبیب مجہول الحال ہیں اور دیگر راوی ثقہ ہیں،

ان روایات کے مجموعی معنی سے اس امر کی بخوبی نشان دہی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اچھے نام پسندیدہ اور برے نام ناپسندیدہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ناپسندیدہ ناموں کا ذکر آپ کے سامنے ہوتا تو آپ انہیں اچھے ناموں سے بدل دیتے، جیسے ایک شخص کا نام حزن یعنی غم تھا تو آپنے اسے سہل یعنی آسان سے بدل دیا، ایک شخص کا نام مرہ یعنی کڑوا تھا تو اسے برہ یعنی نیک میں تبدیل کر دیا، عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام عبدالکعبہ تھا تو اسے عبدالرحمٰن سے بدل دیا، وغیرہ وغیرہ، اللہ کے رسول کے اس عمل کو حضرت عائشہؓ اس طرح مختصر انداز میں بیان فرماتی ہیں:

” كان النبي صلى الله عليه وسلم يغير الاسم القبيح“﴿الترمذی﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناپسندیدہ نام بدل دیا کرتے تھے.

حاصل یہ کہ اچھے نام رکھنا اللہ اور اللہ کے رسول کو پسند اور محبوب ہے، لہذا!

مسلمانوں کو اسی راہ پر گامزن ہونا چاہیئے.

ناموں کے سلسلے میں اس شرعی حقیقت کی روشنی میں جب ہم تاریخ اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو جماعتوں اور تحریکات کے ناموں میں مہاجرین وانصار کے بعد سب سے پیارا اور پسندیدہ اور محبوب نام اہل حدیث اور اصحاب الحدیث ہے،

راقم السطور اپنے اس دعوے کو مبرہن کرنے کے لئے تاریخ اسلام کے ہر میدان کے مشہور ناموں کا ایک مختصر جائزہ لیتا ہے:

سیاست کے میدان میں جیسے: شیعہ یعنی حضرت علیؓ اور آل بیت کی عقیدت میں گمراہ ہونے والے، خوارج جن کا علیؓ اور معاویہؓ کے باہمی مشاجرات سے جذبات میں آکر خروج کرنا اور ان دونوں گروہوں کو نعوذ باللہ کافر قرار دیکر خود دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی راہ پر گامزن ہونا.

عقیدے کی راہ میں جیسے: جہمیہ کا جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہو کر اس کے تجہم اور لادینیت کا شکار ہونا، قدریہ کا تقدیر کے مسئلے میں الجھ کر اپنے مقدر کو خراب کر لینا، مرجیئہ کا اعمال کو ایمان سے جدا کر کے اہل سنت والجماعت سے جدا ہو جانا، جبریہ کا بندے کو اس دار العمل میں مجبور محض کا سبق دیکر راہ راست سے پھر جانا، اور اشعری اور ماتریدی فرقے کا خواجہ ابوالحسن الأشعری اور منصور محمد الماتریدی کی تعقل پسندی کا شعوری یا غیر شعوی طور پر شکار ہو کر ان کی راہ پر چل پڑنا.

فقہی مکاتب فکر کی راہ میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور ظاہریہ کا اپنے مشہور ومعروف اماموں کی طرف منسوب ہونا.

تصوف کے میدان میں قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، رفاعیہ، تیجانیہ اور چشتیہ وغیرہم کا اپنے ائمہ سلوک وطریقت کی طرف منسوب ہو کر ہندو جوگی پن، یونانی رہبانیت اور ایرانی تصوف کا شکار ہونا.

تاریخ اسلام میں اسلام کے نام پر پیدا ہونے والی ان تحریکوں اور جماعتوں کے ناموں پر کوئی انصاف پسند صاحب دل غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ تمام نام یا تو شخصیت پرستی جیسے شیعہ۔ انتہا پرستی جیسے خوارج، تعقل پسندی جیسے جہمیہ، قدریہ، مرجیئہ، جبریہ، اشعریہ اور ماتریدیہ وغیرہم، فقہی میدان میں شخصیت کی اتباع یا تقلید جیسے: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اور فن تصوف میں قدریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، تیجانیہ، رفاعیہ اور چشتیہ وغیرہم جن کا کاروبار تصوف تزکیہ واحسان سے شروع ہوکر وحدۃ الوجود کے نعرۂ اناالحق پر اختتام پزیر ہوا.

لیکن اہل حدیث نہ کسی شخصیت پرستی، نہ انتہا پرستی، نہ تعقل پسندی، نہ شخصی تقلید اور نہ تصوف کی پر پیچ وادی میں بھٹک کر اپنے نام اور کام سے دست بردار ہوئی، اور نہ سر مو کتاب وسنت سے انحراف کا شکار ہوئی، بلکہ قرون اولیٰ کی طرح آج تک ایک ہی راہ پر رواں دواں ہے، الحمدللہ والشکرلہ.

دراصل شروع اسلام میں اہل سنت والجماعت کے درمیان دو ہی مکاتب فکر معرض وجود میں آئے، ایک اہل الرائے اور دوسرا اہل الحدیث، ان دونوں ناموں میں اہل الرائے کے مقابلے میں اہل الحدیث کا نام لفظی اور معنوی دونوں ہی اعتبار سے اقرب الی الکتاب والسنہ ہے، کیوں کہ حدیث کا لفظ ارشاد رسول کے ساتھ کلام اللہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"فبأيّ حديث بعده يؤمنون" ﴿الأعراف: ١٨٥﴾

پھر قرآن مجید کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے

اور ارشاد رسول تو لغوی اور اصطلاحی دونوں ہی اعتبار سے حدیث کہلاتا ہے، جو کسی دلیل و برہان کا محتاج نہیں، اس کے مقابلے میں رائے کا لفظ اپنے اندر ظن وتخمین کا پہلو بھی رکھتا ہے جو ایک حد سے آگے بڑھ جائے تو شرعا معیوب ومردود ہے، اللہ تعالی کا

ارشاد ہے:

”ان بعض الظن اثم“ ﴿الحجرات : ۱۲﴾

یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہیں.

اور اللہ کے رسول ارشاد فرماتے ہیں:

”أیاکم و الظن فان الظن أکذب الحدیث“ ﴿مسلم﴾

اے ایمان والو! بدگمانی سے بچو کہ یقیناً وہ بدترین جھوٹ ہے.

بلکہ اللہ کے رسول نے کتاب وسنت میں رائے زنی سے پرہیز کرنے کی تعلیم دی ہے اور اس سلسلے میں سخت وعید سنائی ہے، فرماتے ہیں:

”من قال في القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار“ ﴿الترمذی﴾

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کام لیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ بنالے.

گرچہ یہ حدیث متکلم فیہ ہے، شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے، لیکن شیخ احمد شاکرؒ نے اسے صحیح کہا ہے، لیکن رائے وقیاس کا وہ پہلو جس کو کتاب وسنت پر مسلط کیا جائے یقیناً معیوب اور مردود ہے.

بہرصورت! حدیث الٰہی اور حدیث رسول اپنے دامن میں قطعاً اس طرح کا معیوب پہلو نہیں رکھتا، بلکہ امت اسلام پر ان ہی کی اتباع فرض ہے بلکہ اس کے بغیر کسی کا ایمان معتبر نہیں.

یہی وجہ ہے کہ برصغیر کی کتاب وسنت کی تحریک نے اپنے لئے کتاب وسنت سے قریب تر نام ”اہل حدیث“ کا انتخاب کیا ہے.

یہاں پر سادہ لوح مسلمانوں کو یہ مغالطہ دیا جاتا ہے یا علمی طور پر یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ تاریخ میں اہل حدیث کا لفظ کسی مکتب فکر کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے، بلکہ فن حدیث کے ماہرین اور اس راہ کے مسافروں کو اہل حدیث کہا گیا ہے، اس مغالطے اور

شبہے کا جواب اسی نام سے پچھلے ایک باب میں دیا جا چکا ہے، جس کا یہاں پر اعادہ تحصیل حاصل ہوگا، لیکن موضوع کی مناسبت سے ایک دو دلیلوں ذکر یہاں پر بھی مناسب رہیگا، جس سے قرون اولی کی دو بنیادی تقسیم اہل الرائے اور اہل الحدیث پر بھی روشنی پڑ جائیگی.

فقہ حنفی کی تاریخ جدید کے ایک بڑے فقیہ علامہ ابن عابدین شامیؒ ابوبکر الجوزجانیؒ کے عہد یعنی تیسری صدی ہجری کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جو امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، اور جس واقعہ سے اِس الزام کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ برصغیر کے اہل حدیث صرف فروعی مسائل میں الجھ کر رہ گئے ہیں حالانکہ قدماء میں اس طرح کی شدت نہیں پائی جاتی تھی، بہرصورت علامہ شامیؒ کا بیان کردہ واقعہ یہ ہے:

" حكي أن رجلاً من أصحاب أبي حنيفة خطب الى رجل من أصحاب الحديث ابنته في عهد أبي بكر الجوزجاني فأبى الا أن يترك مذهبا فيقرأ خلف الامام و يرفع يديه عند الانحناء و نحو ذلك فأجابه فزوجه"﴿رد المختار شرح الدر المختار. ج۳ص: ۳۹۳-۳۹۴ بحواله تاريخ اهل حديث. ص: ۱۳۲-۱۳۳﴾

حکایت ہے کہ قاضی ابوبکر جوزجانیؒ کے زمانے میں ایک حنفی نے ایک اہلحدیث سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا، اس اہلحدیث نے انکار کر دیا، لیکن اس شرط پر کہ وہ حنفی اپنا مذہب چھوڑ دے، امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے اور رکوع جاتے وقت رفع الیدین کرے، اور اسی طرح اہل حدیث کے دیگر مسائل پر عمل کرے، اس حنفی نے اس شرط کو منظور کر لیا تو اس اہل حدیث نے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی.

اور چوتھی صدی ہجری کے علامہ بشاری مقدسیؒ جنہوں نے ۳۷۵ھ میں ہندوستان کی سیاحت کی تھی، وہ اپنے سفر نامے میں ''سندھ'' کے ایک علاقے ''منصورہ'' کے

بارے میں لکھتے ہیں:

”یہاں کے ذمی بت پرست لوگ ہیں، مسلمانوں میں اکثر اہلحدیث ہیں“

﴿تاریخ سندھ۔ج ا ص: ۱۲۴ بحوالہ تاریخ اہل حدیث۔ص: ۱۳۴﴾

اور اہل حدیث کی معنوی حیثیت کے بارے میں مورخ اسلام خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں:

” ولوأن صاحب الرأى شغل بما ينفعه من العلوم،و طلب سنن رسول رب العالمين لوجد ما يُغنيه عن سواه لأن الحديث يشتمل على معرفة أصول التوحيد و بيان ما جاء الوعد و الوعيد، و صفات رب العالمين، و الاخبار عن صفة الجنة و النار، وماأعدّ الله فيها للمتقين و الفجار ، و ما خلق الله في الأرضين و السماوات.... و في الحديث قصص الأنبياء و أخبار الزهاد و الأولياء و مواعظ البلغاء و كلام الفقهاء ، وخطب الرسول و معجزاته، و فيه تفسير القرآن الكريم و ما فيه من النبأ و الذكر الحكيم و أقاويل الصحابة في الأحكام المحفوظة عنهم... و قد جعل الله أهله(الحديث) أركان الشريعة، وهدم بهم كل بدعة شنيعة ، فهم أمناء الله في خليفته و الواسطة بين النبي و أمته، و المجتهدون في حفظ متنه، أنوارهم زاهرة و فضائلهم سائرة، و كل فئة تتحيز الى هوى ترجع اليه، و تستحسن رأياً تعكف عليه سوى أصحاب الحديث، الكتاب عدتهم و السنة حجتهم والرسول فئتهم، و اليه نسبتهم،لا يلتفتون الى الآراء من كابدهم قصمه الله و من عاداهم خذله الله“

﴿شرف أصحاب الحديث. بحواله منهاج الفرقة الناجية. ص: ۱۴﴾

اگر صاحب الرائے نفع بخش علوم میں مشغول ہو جائے اور رب العالمین کے رسول کی سنتوں کا طلب گار ہو جائے تو وہ دوسری چیزوں سے بے نیاز ہو جائیگا، اس لئے کہ علم حدیث اصول توحید کی معرفت، وعد و وعید کے تمام وجوہات اور رب العالمین کے جملہ صفات کو حاوی ہے، جس کے اندر جنت اور دوزخ کی صفتوں، متقیوں، فاسقوں اور فاجروں کے لئے جن چیزوں کو اللہ تعالی نے تیار کر رکھا ہے اس کا بیان ہے، اس میں زمین و آسمان کی تمام مخلوقات، نبیوں کے قصے، زاہدوں کے اخبار، اولیاء کے حالات، اہل فصاحت و بلاغت کے مواعظ، فقہاء کے کلام، رسول کے خطبے اور معجزات کا بیان ہے، جس میں قرآن مجید کی تفسیر، قیامت کے احوال، حکمت سے لبریز ذکر و اذکار، اور صحابہ کے اقوال سے مستنبط احکام و مسائل محفوظ و مذکور ہیں۔

جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے اہل حدیث کو شریعت کے ارکان و اساطین کے منصب سے سرفراز فرمایا ہے، اور جن کے ہاتھوں ہر طرح کی بدعت وضلالت کی دیوار منہدم ہوئی ہے، وہ اللہ کی خلافت کے امین و پاسباں ہیں، نبی اور ان کی امتی کے درمیاں واسطہ ہیں، ان کے ارشادات کے حفظ و اتقان کے مجاہد ہیں، ان کے انوار و ازہار کِھل رہے ہیں، اور ان کے فضائل کا چشمہ جاری ہے، ہر جماعت کسی نہ کسی نفسانیت کی شکار اور کسی نہ کسی رائے کے دام میں گرفتار ہے، لیکن جماعت اہل حدیث وہ جماعت ہے جس کا زاد راہ کتاب اللہ ہے، سنت ان کی دلیل، رسول اللہ ان کی جماعت اور انہی کی طرف ان کی نسبت ہے، وہ آراء اور ظن و تخمین کی طرف توجہ نہیں کرتے،، جس نے انہیں تکلیف پہونچائی یا ان کی مخالفت کی تو اللہ تعالی نے اس کی کمر توڑ دی، اور جس نے ان سے عداوت مول لی تو اللہ تعالی نے اسے رسوا کر دیا‘‘

ان لفظی اور معنوی خوبیوں کے باوجود برصغیر کی تحریک اہلحدیث کو اس نام کے رکھنے پر نہ فخر ہے اور نہ ناز اور نہ اصرار کہ اس نام کے بغیر یہ تحریک زندہ نہیں رہ سکتی

یا زمان ومکان اور ظروف وحالات کے پیش نظر کتاب وسنت کے مطابق کوئی دوسرا نام تجویز نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کے حاملین نے مختلف ملکوں میں مختلف ناموں سے اپنے مشن کو جاری کر رکھا ہے جیسے مصر اور سوڈان میں انصار السنہ اور متحدہ عرب امارات میں جمعیۃ دار البر اور مکتبۃ الکتاب والسنہ اور ایک جنرل نام سلفی سے یہ تحریک یاد کی جاتی ہے جس کا دائرہ بہت وسیع ہے، نام کوئی بھی ہو اچھا ہو اور شریعت کے مطابق ہو، اصل مقصد اس کے کام سے ہے:

عباراتنا شتیٰ و حسنک واحد☆ و کل الی ذاک الجمال یشیر

ہماری عبارتیں، الفاظ اور نام مختلف ہیں لیکن اے ہماری جماعت تیرا معنوی حسن ایک ہی ہے، ہر عبارت، لفظ اور نام اس معنوی حسن و جمال کی نشان دہی کر رہا ہے.

اس تحریک کو اہل حدیث نام کی طرح ان دیگر مذکورہ ناموں کے رکھنے پر بھی نہ کوئی اصرار ہے اور نہ فخر بلکہ بدرجۂ مجبوری اور ضرورت کے تحت یہ نام اختیار کیے گئے ہیں، اگر امت اسلام کسی ایک نام پر متحد ہو جائے جو ''ماأنا علیه و أصحابی'' کی نمائندگی کرتا ہو، تو سب سے پہلے تحریک اہل حدیث اس وحدت اور یگانگت کو گلے سے لگائے گی اور یک لخت اپنے تمام ناموں کو خیر باد کہہ دے گی، یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ سر دست برصغیر میں ناموں کو لے کر ایک طوفان کھڑا ہے، اور جس کی وجہ سے تحریک اہل حدیث کو مطعون کیا جا رہا ہے، میری طرف سے ان حضرات کی خدمات میں مودبانہ گزارش ہے کہ وہ مراقبہ، کشف، وحدۃ الشہود، وحدۃ الوجود، اور دیگر شخصی بندھنوں سے آزاد ہو کر کتاب وسنت کی روشنی میں کوئی ایسا نام تجویز کریں جو امت اسلام کو وحدت کی لڑی میں پرودے اور فرمان الٰہی ''واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا'' پر عمل ہو جائے، جس سے توحید کے بعد اسلام کا بنیادی مقصد وحدتِ امت اس دور میں بھی حقیقت کا جامہ زیب تن کر لے، اور اس طرح تحریک

اہل حدیث کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو قرار حاصل ہو جائے.

# تحریک اہل حدیث کا مقصد

تحریک اہلحدیث کی جامعیت کی طرح اس کے مقاصد بھی جامع مانع ہیں جو اپنے اندر ہر زمان و مکان کے مصالح اور تقاضوں کی تکمیل اور حل کی بدرجۂ اتم صلاحیت رکھتے ہیں، جنہیں ذیل کے نکات کے ذریعے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے:

﴿۱﴾ تحریک اہل حدیث عقیدہ کے باب میں اثبات اور عدم تفویض کی راہ پر گامزن ہے، یعنی کتاب وسنت میں جن امور کا جس طرح بیان ہوا ہے، اسے بلا کسی تأویل، تعطیل، تمثیل، تجسیم اور تشبیہ کے دل وجان سے مانتی ہے:

"لیس کمثله شئ و هو السمیع البصیر" ﴿الشوریٰ: ۱۱﴾

اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے اور دیکھنے والا ہے.

نیز اس کی بنا اللہ تعالی کی وحدانیت، عبادت، دعا، شدت ورخاء میں استقامت، ذبح ونذر للہ، توکل اور حکم بما أنزل اللہ کی تنفیذ پر قائم ہے.

﴿۲﴾ تحریک اہل حدیث کا نظام فقہی مسائل میں بھی کتاب وسنت اور آثار صحابہ پر قائم ہے، اور اہل ظاہر اور اہل تقلید دونوں کے درمیان کی معتدل راہ پر بلا افراط و تفریط عمل پیرا ہے.

"فان تنازعتم في شئي فردوه الى الله والرسول" ﴿النساء: ۵۹﴾

پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ!

"ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله" ﴿سلسلة الأحاديث الصحيحة. ج۴ ص: ۳۶۱﴾

تم میں دو چیزیں کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت چھوڑے جارہا ہوں، ان دونوں

کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے.

﴿۳﴾ کتاب و سنت اور آثار صحابہ سے کسی پیش آمدہ مسئلہ کی گرہ کشائی نہ ہو سکے تو تحریک اہل حدیث بقدر ضرورت قیاس سے کام لیتی ہے، جس کی بنا اللہ تعالی کے اس ارشاد پر ہے:

"اللہ الذي أنزل الکتاب بالحق و المیزان"﴿الشوریٰ:۱۷﴾

اللہ تعالی نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور میزان بھی اتاری ہے.

﴿۴﴾ ائمہٗ اَربعہ اور امت اسلام کے دیگر جملہ مجتہدین و محققین کی دل سے قدر کرتی اور ان کے ان آراء سے مستفید ہوتی ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول اور آثار صحابہ سے زیادہ ہم آہنگ ہوں، کیوں کہ "ارشاد الٰہی" "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا" کا یہی تقاضا ہے.

﴿۵﴾ شخصیات کی بے جا عقیدت اور ان کی محبت میں غلو سے بہر صورت پرہیز کرتی ہے، اور اپنی محبت و بغض کی بنیاد "الحب للہ والبغض للہ" پر رکھتی ہے، اور اس راہ میں ہر طرح کی بدعات و خرافات سے بچتی ہے کیوں کہ اللہ کے رسول کے اس ارشاد کا یہی تقاضا ہے:

"وایاکم و محدثات الأمور فان کل محدثة بدعةو کل بدعة ضلالة"﴿الترمذي﴾

اور دین میں نئے نئے ایجاد کردہ امور سے بچو! اس لئے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے.

﴿۶﴾ کتاب اللہ اور سنت رسول سے کسی کلام اور رائے کو کسی طرح مقدم نہیں جانتی، کیوں کہ امت اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے:

"یا أیھاالذین آمنوا لا تقدموا بین یدي اللہ و رسوله ، واتقوا اللہ ان

الله سميع عليم“﴿الحجرات : ۱﴾

اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول سے اپنے آپ کو مقدم نہ کرو! اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو! یقیناً اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔

اور اللہ اوراس کے رسول کے علاوہ ہر کسی سے خطاء وصواب کے صدور پر ایمان رکھتی ہے، کیوں کہ اللہ کے رسول کا ایسا ہی حکم ہے:

”كل بني آدم خطاء، و خير الخطائين التوابون“﴿مسند احمد﴾

ہر آدمی خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔

اور امام مالکؒ فرماتے ہیں:

”ليس أحد بعد النبي الا يؤخذ من قوله و يترك الا النبيﷺ“

نبی کے بعد کوئی ایسی شخصیت نہیں جس کی بات صرف لی جائے اور چھوڑی نہ جائے۔

﴿۷﴾ کتاب اللہ اور سنت رسول اور ان سے متعلق علوم کی ترویج واشاعت پر امکان بھر عمل کرتی ہے، اور ہر حال میں أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ حسب استطاعت انجام دیتی ہے:

”ولتكن منكم أمة يدعون الى الخير و يأمرون بالمعروفو ينهون عن المنكر و أولئك هم المفلحون“﴿آل عمران: ۱۰۴﴾

تم سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

﴿۸﴾ اسلام کی سر بلندی کے لئے جہاد کو قیامت تک کے لئے فرض سمجھتی ہے، اور اس سلسلے میں زمان ومکان اور ظروف وحالات کے اعتبار سے جہاد باللسان، جہاد بالقلم، جہاد بالمال اور جہاد بالنفس سے کام لیتی ہے:

” جاهدوا المشركين بأموالكم و أنفسكم و ألسنتكم“﴿ابو داؤد﴾

مشرکین سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو

﴿۹﴾ اپنے ایمان وعمل کی بنا پر یقین رکھتی ہے کہ اللہ کے رسول کی یہ بشارت اس کے حق میں سرفہرست ہے.

**"لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتي أمر الله" ﴿مسلم﴾**

حق پر ایک جماعت ہمیشہ قائم رہیگی، اسے رسوا کرنے والے کی رسوائی نقصان نہیں پہونچائیگی یہاں تک کہ قیامت آجائے.

**اللهم اجعلنا من أهل الحديث وارزقنا العمل به و محبة أهله"**

اے اللہ ہمیں اہل حدیث بنا، اس کی اتباع اور عمل کی توفیق دے اور ان کی الفت ومحبت کا شیدا بنا. آمین.

فقط:

ممتاز احمد عبداللطیف

۲۱ / جمادی الأولی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۱ / جولائی ۲۰۰۳ء

عالم انٹرنیٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمة

الحمد للة رب العالمين القائل في كتابه المبين ,,سنريهم آياتنا في الأفاق و في أنفسهم حتي يتبين لهم أنه الحق أولم يكف بربک أنه علي كل شئي شهيد ''﴿حم سجدة: ۵۳﴾والصلاة والسلام علي نبيه الناصح الأمين محمد بن عبد الله القائل ,,لا تقوم الساعة حتي يتقارب الزمان فتكون السنة كا لشهر ويكون الشهر كالجمعة وتكون الجمعة كاليوم و يكون اليوم كالساعة وتكون الساعة كا حتراق السعفة''﴿مسند احمد ۲/ ۵۳۷﴾ وعلي آله و أصحابه ومن تبعه بإحسان إلي يوم الدين. وبعد:

تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس نے اپنی کتاب مبین میں فرمایا: ,,عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہي ہے۔ کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف وآگاہ ہونا کافی نہیں''

اور درود وسلام ہو اس کے ناصح امین نبی محمد بن عبد اللہ پر جنہوں نے ارشاد فرمایا: ,,قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ زمانہ قریب نہ ہو جائے۔ سال مہینہ کي طرح۔ مہینہ ہفتہ کی طرح۔ ہفتہ دن کی طرح۔ دن گھنٹہ کی طرح اور گھنٹہ کھجور کے پتے کے جلنے کی طرح ہو جائے''

اور سلامتی ہو آپ کی آل واولاد۔ اصحاب اور قیامت کے دن تک آپ کی بہترین پیروی کرنے والوں پر۔